لئے جمع کے متعلق اس طرح کی تفصیل نہیں آئی۔ اس لئے بہتر ہے کہ سفر کے سوا جمع تقدیم نہ کرے کیونکہ پچھلی نماز وقت سے پہلے اس پر واجب ہی نہیں ہوتی تو پہلے ادا کرنے کی کیا ضرورت؟ جب وقت ہوگا اس وقت ادا کرنے کی طاقت ہو تو ادا کرے ورنہ جب طاقت ہو اُس وقت ادا کرے۔

عبداللہ امرتسری روپڑی ۲۵ محرم ۱۳۷۹ھ یکم اگست ۱۹۵۹ء

مکروہ اوقات

سوال:۔ وہ کونسے اوقات ہیں جن میں نماز پڑھنی مکروہ ہے؟

جواب:۔ دوپہر کے وقت جمعہ کے دن کے سوا اور نماز فجر کے بعد آفتاب بلند ہونے تک اور نماز عصر کے بعد آفتاب غروب ہونے تک سب جگہ نماز منع ہے ہاں مکہ میں ہر وقت درست ہے اور سببی نماز جو کسی سبب سے رہ جائے وہ بھی ہر وقت درست ہے۔ جیسے فجر کی سنتیں جماعت میں شامل ہونے کی وجہ سے رہ جائیں تو جماعت سے فراغت کے بعد پڑھ لے۔ اِس طرح پو پھٹنے کے بعد نماز فجر سے پہلے سنت فجر کے سوا کوئی نماز نہیں مگر سببی نماز جائز ہے مثلاً وتر رہ گئے ہوں تو پڑھ لے اِس طرح فرض نمازوں کی قضا کا حکم ہے۔ عبداللہ امرتسری روپڑی ۲۵ محرم ۱۳۷۹ھ

مکروہ اوقات میں حاجی گھر آئے تو ان اوقات میں نفل پڑھے

سوال:۔ سنت ہے کہ حاجی لوگ واپس آئیں تو اپنے گھر میں داخل ہونے سے قبل دو نفل پڑھ کر آئیں۔ اگر حاجی ایسے وقت اپنے گاؤں میں پہنچیں کہ اس میں نماز پڑھنی منع ہو تو نفل کیسے ادا کرے۔؟

جواب:۔ اس مسئلہ میں اختلاف ہے۔ امام ابن تیمیہؒ نے اپنے فتاویٰ میں لکھا ہے کہ سببی نماز ایسے وقت میں بھی جائز ہے جس میں نماز پڑھنی منع ہے مثلاً عصر کے بعد مسجد میں آئے تو تحیۃ المسجد پڑھ سکتا ہے، وضو کرے تو تحیۃ المسجد پڑھ سکتا ہے کیونکہ اس کا سبب وضو ہے اور تحیۃ المسجد کا سبب مسجد میں داخل ہونا ہے۔ بعض علما کہتے ہیں کہ کوئی نماز جائز نہیں کیونکہ ممانعت عام ہے اس میں سببی غیر سببی سب نماز داخل ہوں گی۔ خلاصہ جواب یہ ہے کہ دلیل دونوں طرف ہے۔ اگر حاجی ایسے وقت میں نفل پڑھ لے تو حرج نہیں نہ پڑھے تو بھی مضائقہ نہیں مگر یہ ضرور کرے کہ سیدھا گھر نہ جائے مسجد میں یا کسی اور جگہ بیٹھ جائے لوگ ملاقات کر لیں اور دعا کرالیں تاکہ اس حدیث پر عمل ہو جائے کہ حاجی کی دعا گھر میں داخل

ہونے سے پہلے مستحب ہے۔ اگر امام تھوڑا ہو تو غروب آفتاب کے بعد نماز مغرب پڑھ کر گھر جائے تاکہ مغرب کی نماز اول وقت ادا ہو جائے جو صحابی نے بطور تحیۃ المسجد پڑھتے تھے۔ عبداللہ امرتسری روپڑی ۴ ربیع الاول ۱۳۹۳ھ

عصر کی نماز کا وقت

سوال:- ہمارے گاؤں میں عصر کی نماز اُس وقت پڑھی جاتی ہے جب ہر چیز کا سایہ اس کی مانند ہو یا اس سے کچھ زیادہ ہو گیا ایسے وقت میں نماز ہو جاتی ہے؟ ملک یوسف عزیز لائل پور

جواب:- باب المواقیت میں حدیث ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

اَمَّنِي جِبْرِيْلُ عِنْدَ الْبَيْتِ مَرَّتَيْنِ فَصَلّٰى بِيَ الظُّهْرَ حِيْنَ زَالَتِ الشَّمْسُ وَ كَانَ قَدْرَ الشِّرَاكِ وَصَلّٰى بِيَ الْعَصْرَ حِيْنَ صَارَ ظِلُّ كُلِّ شَيْءٍ مِثْلَهٗ۔

یعنی جبرئیل علیہ السلام نے میری امامت کرائی۔ پس نماز ظہر پڑھائی۔ جب زوال ہوا اور سایہ تسمہ قدر ہو گیا۔ اور پھر عصر پڑھائی جب کہ ہر شے کا سایہ اس کے مثل ہو گیا۔

اس حدیث میں زوال کا ذکر ہے اور زوال میں دوپہر کا سایہ داخل نہیں۔ پس جب دوپہر کا سایہ نکال کر ایک مثل ہو جائے تو عصر پڑھ سکتے ہیں۔ لیکن یہ بات بھی یاد رکھنی چاہیئے کہ اذان وقت سے پہلے جائز نہیں جب وقت پر ہوئی تو دو چار رکعت قدر انتظار بھی چاہیئے۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عصر سے پہلے دو چار رکعت پڑھتے تھے۔ اگر کہا جائے کہ جبرئیل علیہ السلام نے شروع وقت بتانے کی خاطر جلد نماز پڑھائی۔ چنانچہ دوسرے روز آخر وقت پڑھائی تاکہ اخیر وقت کا بھی پتہ لگ جائے۔ پھر فرمایا ان دونوں کے درمیان وقت ہے۔ پس معلوم ہوا کہ جبرئیل علیہ السلام نے جس وقت نماز پڑھائی ہے۔ اس وقت سے ذرا ہٹ کر پڑھے۔ یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گرمیوں میں ظہر کی نماز تین قدم سے پانچ قدم تک پڑھتے۔ اور سردیوں میں پانچ قدم سے سات قدم تک۔ سردیوں گرمیوں میں دو قدم کا فرق بتلا رہا ہے کہ زوال یعنی سورج ڈھلنے کا سایہ تین قدم ہونے پر نماز پڑھتے تھے حالانکہ سردیوں میں اتنی تاخیر کی ضرورت نہیں۔ یہ صرف اسی خاطر تاخیر ہوتی تھی کہ اذان کے بعد کچھ انتظار کرنی چاہیئے۔ ایک حدیث میں ہے اتنی انتظار چاہیئے کہ کھانے پینے والا کھانے پینے سے فارغ ہو جائے اور ٹٹی والا ٹٹی کی حاجت سے فارغ ہو جائے۔ شرح بلوغ المرام میں لکھا ہے اگرچہ اس حدیث میں ضعف ہے لیکن اذان کی غرض اس کی

مفید ہے کیونکہ اذان کی غرض یہی ہے کہ لوگ سن کر پہنچ جائیں۔ نیز بخاری میں حدیث ہے۔

بَيْنَ كُلِّ أَذَانَيْنِ صَلٰوةٌ ثَلَاثٌ لِمَنْ شَاءَ (بخاری ص۸۷)

یعنی ہر اذان اور اقامت کے درمیان جو چاہے نماز پڑھ سکتا ہے

اگر اذان اور اقامت کے درمیان وقفہ نہ کیا جائے۔ تو جو نفل پڑھنا چاہے نہیں پڑھ سکے گا ہاں مغرب میں دو نفلوں سے زیادہ وقفہ نہ کرنا چاہیے کیونکہ اس کا وقت تنگ ہے۔ دوسری نمازوں میں اتنی افراتفری کی ضرورت نہیں۔

عبداللہ امرتسری روپڑ ۲ ربیع الثانی ۱۳۵۳ھ

عصر کی نماز میں ظہر کی نیت کرے یا عصر کی

سوال :- اگر کسی کی ظہر قضا ہو جائے تو عصر کی نماز میں ظہر کی نیت کرے یا عصر کی؟

جواب :- اگر امام عصر پڑھ رہا ہو تو اس کے پیچھے ظہر کی نیت بھی کر سکتا ہے اور عصر کی بھی۔ اگر ظہر کی نیت کرے تو عصر بعد میں پڑھے اور اگر عصر کی نیت کرے تو ظہر بعد میں پڑھے ترتیب کا اس وقت خیال نہ کرنا چاہیئے۔

عبداللہ امرتسری روپڑ

۱۸ ربیع الثانی ۱۳۸۱ھ ۲۹ ستمبر ۱۹۶۱ء

فجر کی نماز کا وقت

سوال :- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی نماز کس وقت ادا کیا کرتے تھے اور یہ بھی بتائیں کہ اس وقت گھڑی کا کیا ٹائم ہونا چاہیے اور یہ بھی تحریر فرمائیں کہ سردی اور گرمی ہر دو موسموں میں فجر کی نماز کا وقت کیا ہے؟

جواب : نماز فجر کا وقت بالاتفاق پو پھٹنے سے طلوع آفتاب تک ہے۔ افضلیت میں اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں روشنی کر کے پڑھنا بہتر ہے۔ بعض کہتے ہیں اندھیرے میں بہتر ہے۔ پہلے ہم فریقین کے دلائل لکھتے ہیں پھر راجح مذہب بتائیں گے۔ انشاء اللہ

حدیث ۱ :- عَنْ عَائِشَةَ رض قَالَتْ كُنَّ نِسَاءُ الْمُؤْمِنَاتِ يَشْهَدْنَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلٰوةَ الْفَجْرِ مُتَلَفِّعَاتٍ بِمُرُوطِهِنَّ ثُمَّ يَنْقَلِبْنَ

إِلَى بُيُوتِهِنَّ حِينَ يَقْضِينَ الصَّلوٰةَ لَا يَعْرِفُهُنَّ أَحَدٌ مِنَ الْغَلَسِ۔ رواہ الجماعۃ وللبخاری وَلَا يَعْرِفُ بَعْضُهُنَّ بَعْضًا (منتقی باب وقت صلوٰۃ الفجر)

عائشہؓ سے روایت ہے کہ مومن عورتیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ فجر کی نماز میں اپنی بڑی چادروں میں لپٹی ہوئی شامل ہوتیں پھر نماز سے فارغ ہو کر گھروں کو لوٹ جاتیں۔ اندھیرے کی وجہ سے ان کو کوئی نہیں پہچانتا تھا۔

حدیث ع۲۔ عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ الْأَنْصَارِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى صَلوٰةَ الصُّبْحِ مَرَّةً بِغَلَسٍ ثُمَّ صَلَّى مَرَّةً أُخْرَى فَأَسْفَرَ بِهَا ثُمَّ كَانَتْ صَلوٰتُهُ بَعْدَ ذٰلِكَ التَّغْلِيسَ حَتَّى مَاتَ لَمْ يَعُدْ إِلَى أَنْ يُسْفِرَ رواہ ابوداؤد (حوالہ مذکورہ)

ابومسعود انصاریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فجر کی نماز ایک مرتبہ اندھیرے میں پڑھی اور ایک مرتبہ روشن کر کے پڑھی پھر وفات تک اندھیرے میں پڑھتے رہے روشن کر کے کبھی نہیں پڑھی

حدیث ع۳۔ عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ قَالَ تَسَحَّرْنَا مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قُمْنَا إِلَى الصَّلوٰةِ قُلْتُ كَمْ كَانَ قَدْرُ مَا بَيْنَهُمَا قَالَ قَدْرُ خَمْسِينَ آيَةً۔ متفق علیہ (حوالہ مذکورہ)

زید بن ثابت سے روایت ہے کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سحری کھائی پھر نماز کے لئے کھڑے ہوئے۔ انسؓ کہتے ہیں میں نے زید سے پوچھا کہ سحری میں اور نماز میں کتنا فاصلہ تھا فرمایا پچاس آیتوں قدر۔

حدیث ع۴۔ عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ قَالَ مَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى صَلوٰةً لِغَيْرِ مِيقَاتِهَا إِلَّا صَلوٰتَيْنِ جَمَعَ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ بِجَمْعٍ وَصَلَّى الْفَجْرَ يَوْمَئِذٍ قَبْلَ مِيقَاتِهَا متفق علیہ وَلِمُسْلِمٍ قَبْلَ وَقْتِهَا بِغَلَسٍ وَلِأَحْمَدَ وَالْبُخَارِيِّ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَزِيدَ قَالَ خَرَجْتُ مَعَ عَبْدِ اللهِ فَقَدِمْنَا جَمْعًا فَصَلَّى الصَّلوٰتَيْنِ كُلَّ صَلوٰةٍ وَحْدَهَا بِأَذَانٍ وَإِقَامَةٍ وَتَعَشَّى بَيْنَهُمَا ثُمَّ صَلَّى حِينَ طَلَعَ الْفَجْرُ قَائِلٌ يَقُولُ طَلَعَ الْفَجْرُ وَقَائِلٌ يَقُولُ

لَمْ يَطْلُعْ ثُمَّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ هَاتَيْنِ الصَّلٰوتَيْنِ حُوِّلَتَا عَنْ وَقْتِهِمَا فِيْ هٰذَا الْمَكَانِ الْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ وَلَا يَقْدِمُ النَّاسُ جَمْعًا حَتّٰى يُعْتِمُوْا وَصَلٰوةُ الْفَجْرِ هٰذِهِ السَّاعَةَ (حوالہ مذکورہ)

عبداللہ بن مسعودؓ کہتے ہیں کہ میں نے کبھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں دیکھا کہ آپ نے کوئی نماز بے وقت پڑھی مگر دو نمازیں۔ مزدلفہ میں مغرب اور عشا کو جمع کیا اور اس دن فجر کی نماز اپنے وقت سے پہلے پڑھی روایت کیا اس کو بخاری نے۔ اور مسلم میں یہ لفظ ہیں اپنے وقت سے پہلے اندھیرے میں پڑھی۔ اور احمد اور بخاری میں ہے عبدالرحمٰن بن یزید کہتے ہیں میں عبداللہ بن مسعود کے ساتھ نکلا پس ہم مزدلفہ میں آئے۔ عبداللہ بن مسعودؓ نے مغرب اور عشاء الگ الگ اذان اور اقامت کے ساتھ پڑھیں۔ اور دونوں کے درمیان کھانا کھایا۔ پھر فجر کی نماز پو پھٹتے ہی پڑھی۔ کوئی کہتا پو پھٹ گئی ہے۔ کوئی کہتا نہیں پھٹی۔ پھر کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ دو نمازیں مزدلفہ میں اپنے وقت سے ہٹائی گئی ہیں ایک مغرب دوسری عشا۔ لوگ مزدلفہ میں اندھیرا کر کے عشا کے وقت آئیں (اور مغرب کو عشا کے ساتھ جمع کریں) دوسری فجر کی نماز اس وقت (پڑھی جائے جس طرح صبح اچھی طرح روشن نہ ہوئی ہو۔ کوئی کہے صبح ہو گئی اور کوئی کہے نہیں ہوئی)

حدیث ۵۵۔ عَنْ اَبِی الرَّبِيْعِ قَالَ كُنْتُ مَعَ ابْنِ عُمَرَ فَقُلْتُ اِنِّيْ اُصَلِّيْ مَعَكَ ثُمَّ اَلْتَفِتُ فَلَا اَرٰى وَجْهَ جَلِيْسِيْ ثُمَّ اَرٰى اَحْيَانًا تُسْفِرُ فَقَالَ كَذٰلِكَ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ وَاَحْبَبْتُ اَنْ اُصَلِّيَهَا كَمَا رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْهَا۔ رواہ احمد (حوالہ مذکورہ)

ابو الربیع کہتے ہیں میں عبداللہ بن عمر کے ساتھ تھا میں نے کہا میں کبھی آپ کے ساتھ نماز پڑھ کر ادھر ادھر دیکھتا ہوں تو ساتھی کا چہرہ نہیں دیکھتا۔ پھر کبھی دیکھتا ہوں کہ آپ روشن کر کے پڑھتے ہیں فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح پڑھتے دیکھا اس لئے میں دوست رکھتا ہوں کہ اسی طرح پڑھوں جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا

حدیث ۵۶۔ عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ بَعَثَنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَى الْيَمَنِ قَالَ يَا مُعَاذُ اِذَا كَانَ فِي الشِّتَاءِ فَغَلِّسْ بِالْفَجْرِ وَاَطِلِ

الْقِرَاءَةَ قَدْرَ مَا يُطِيقُ النَّاسُ وَلَا تُمِلَّهُمْ وَإِذَا كَانَ الصَّيْفُ فَأَسْفِرْ بِالْفَجْرِ فَإِنَّ اللَّيْلَ قَصِيرٌ وَالنَّاسَ يَنَامُونَ فَأَمْهِلْهُمْ حَتَّى يُدْرِكُوا رواه الحسين بن مسعود البغوی فی شرح السنة واخرجہ بقی بن مخلد فی مسندہ المصنف۔ (حوالہ مذکورہ)

معاذ بن جبل کہتے ہیں مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن کی طرف بھیجا فرمایا اے معاذ جب سردی ہو تو فجر کی نماز اندھیرے میں پڑھ اور قرأت لوگوں کی طاقت کے مطابق لمبی کر اور ان کو سست نہ کر اور جب گرمی ہو تو فجر کو روشن کر کیونکہ رات چھوٹی ہے اور لوگ سو جاتے ہیں پس ان کو ذرا ڈھیل دے تاکہ وہ نماز پالیں۔

حدیث ۷: عَنْ رَافِعِ ابْنِ خَدِيجٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَسْفِرُوا بِالْفَجْرِ فَإِنَّهُ أَعْظَمُ لِلْأَجْرِ رواه الخمسة وقال الترمذی هذا حدیث حسن صحیح (حوالہ مذکورہ)

رافع بن خدیج کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صبح کو روشن کرو کیونکہ یہ اجر بہت بڑا ہے

حدیث ۸: أَخْرَجَهُ ابْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَإِسْحَاقُ وَغَيْرُهُمَا بِلَفْظِ نَوِّرْ بِصَلٰوةِ الصُّبْحِ يَا بِلَالُ حِينَ يُبْصِرُ الْقَوْمُ مَوَاقِعَ نَبْلِهِمْ مِنَ الْإِسْفَارِ۔

(نیل الاوطار جلد اول ص۳۹۰)

ابن ابی شیبہ اور اسحاق وغیرہ نے اپنی کتب میں روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلال کو فرمایا صبح کی اقامت اس وقت کہہ جب روشنی کی وجہ سے قوم اپنے تیروں کے گرنے کی جگہ دیکھ لیتی ہے۔

حدیث ۹: ابی برزہ اسلمی سے روایت ہے وَكَانَ يَنْفَتِلُ إِلَى صَلٰوةِ الْغَدَاةِ حِينَ يَعْرِفُ الرَّجُلُ جَلِيسَهُ وَيَقْرَأُ بِالسِّتِّينَ إِلَى الْمِائَةِ۔

(مشکوٰۃ باب تعجیل الصلوٰۃ)

یعنی صبح کی نماز سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسے وقت فارغ ہوتے کہ انسان اپنے پاس بیٹھنے والوں کو پہچان سکے۔

حدیث ۱۰:۔ حضرت عمرؓ نے اپنے عاملوں کی طرف لکھا:۔

والصبح والنجوم بادیۃ مشتبکۃ (مشکوٰۃ باب المواقیت)

یعنی صبح کی نماز ایسے وقت پڑھو کہ ستارے روشن اور ملے ہوئے ہوں۔

حدیثؒ ۔ ان دس حدیثوں سے نمبر اول کی حدیث میں ذکر ہے کہ فجر کی نماز سے فراغت کے وقت عورتوں کو کوئی دوسرا پہچان نہیں سکتا تھا۔ یا آپس میں ایک دوسری کو نہیں پہچان سکتی تھیں۔ پہچان کی دو صورتیں ہیں ،ایک یہ کہ پتہ نہیں لگتا تھا کہ مرد ہیں یا عورتیں۔ دوسری یہ کہ نہیں معلوم ہوتا تھا کہ کون کونسی عورت ہے خدیجہ ہے یا زینب ہے۔ داودی نے پہلی صورت اختیار کی ہے۔ نووی بھی اسی کو ترجیح دیتے ہیں اور کہتے ہیں دوسری صورت کمزور ہے۔ کیونکہ وہ بڑی چادروں میں لپٹی ہوئی شامل ہوتیں تو یہ کہنا غلط ہے کہ اندھیرے کی وجہ سے ان کی پہچان نہیں ہوتی تھی کیونکہ بڑی چادر میں لپٹی ہوئی عورت تو دن کو بھی نہیں پہچانی جاتی کہ یہ کون ہے حافظ ابن حجر فتح الباری میں کہتے ہیں نووی کا یہ کہنا ٹھیک نہیں کیونکہ ہر ایک عورت کی چال اور ڈیل ڈول عموماً الگ ہوتی ہے تو جو واقف ہوتا ہے وہ دن میں یا روشنی میں پہچان سکتا ہے کہ یہ فلاں عورت ہے ہاں اندھیرے میں مشکل ہے تو گویا حافظ ابن حجر کے نزدیک دوسری صورت بھی صحیح ہے بلکہ راجح ہے کیونکہ حدیث میں لفظ یعرف ہے جو معرفت اور عرفان سے ہے جس کے معنی پہچان کے ہیں۔ اس کا تعلق جزئی یعنی معین شے سے ہوتا ہے کلی یعنی عام شے سے نہیں ہوتا مثلاً یوں کہا جاتا ہے کہ عرفتہ ھو زید ام عمرو " میں نے پہچان لیا کہ زید ہے یا عمرو ہے۔ یوں نہیں کہا جاتا عرفتہ اھو الانسان ام فرس ۔ میں نے پہچان لیا کہ انسان ہے یا گھوڑا ہے۔ کیونکہ انسان ایک عام شے ہے۔ زید عمرو ۔ بکر وغیرہ سب پر بولا جاتا ہے اسی طرح گھوڑا عام شے ہے ہزاروں گھوڑوں کو شامل ہے۔ ہاں علم کا استعمال معین شے کی طرح عام شے میں بھی ہوتا ہے مثلاً کہا جاتا ہے علمت اھو انسان ام فرس میں نے جان لیا کہ انسان ہے یا گھوڑا ہے۔ پس اس بنا پر حدیث میں علم کا لفظ ہونا چاہئے تھا یعنی یوں کہا جاتا ہے۔ لا یعلمہن احد یعنی ان کو کوئی نہیں جانتا تھا کہ مرد ہیں یا عورتیں ہیں کیونکہ مرد۔ عورت کا لفظ انسان گھوڑے کی طرح عام ہے۔ ملاحظہ ہو فتح الباری مع تشریح جزء ۳ صفحہ ۳۲۳ باب الفجر

اس کے علاوہ حدیث میں یہ لفظ ہے کہ عورتیں آپس میں ایک دوسری کو نہیں پہچانتی تھیں " یہ بھی دوسری صورت کا موید ہے۔ پہلی صورت میں ٹھیک نہیں بنتی کیونکہ عورتیں آپس میں قریب اور

اکٹھی ہونے کی وجہ سے مرد عورت کی تمیز کر سکتی ہیں۔ خیر پہلی صورت ہو یا دوسری۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ فجر کی نماز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اندھیرے میں پڑھتے۔

حدیث ۲:۔ دوسری حدیث میں ذکر ہے کہ ایک مرتبہ روشنی میں پڑھی پھر وفات تک اندھیرے میں پڑھتے رہے۔

حدیث ۳:۔ تیسری حدیث میں سحری اور نماز فجر کے درمیان پچاس آیتوں کا فاصلہ بتلایا ہے۔ اس سے بھی ثابت ہوتا ہے روشنی نہیں کرتے تھے بلکہ اندھیرے میں پڑھتے تھے۔

حدیث ۴:۔ چوتھی حدیث میں ذکر ہے کہ مزدلفہ میں فجر کی نماز وقت سے پہلے پڑھی۔ اور یہ بات ظاہر ہے کہ وقت سے پہلے پڑھنے کا یہ مطلب ہو نہیں سکتا کہ پَو پھٹنے سے پہلے پڑھ لی بلکہ یہ مطلب ہے کہ اگرچہ پَو پھٹنے کے بعد پڑھی ہے لیکن جس وقت ہمیشہ پڑھتے تھے اس وقت سے پہلے پڑھی۔ پس معلوم ہوا کہ ہمیشہ ذرا دیر کر کے ذرا روشن کر کے پڑھتے۔

حدیث ۵:۔ پانچویں حدیث سے ثابت ہوتا ہے کبھی اندھیرے میں پڑھتے کبھی روشنی میں۔

حدیث ۶:۔ چھٹی حدیث میں گرمی سردی کا فرق بتلایا ہے۔ یعنی سردیوں میں اندھیرا کر کے پڑھنے کا ارشاد فرمایا ہے گرمیوں میں روشنی میں۔

حدیث ۷، ۸:۔ ساتویں اور آٹھویں میں روشن کر کے پڑھنے کا ارشاد فرمایا ہے۔

حدیث ۹:۔ نویں میں ذکر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب فارغ ہوتے تو انسان اپنے پاس والے کو پہچان سکتا تھا گویا نماز اندھیرے میں پڑھ لیتے

حدیث ۱۰:۔ دسویں حدیث میں ذکر ہے کہ تارے روشن اور ملے ہوئے ہوں تو نماز پڑھو۔

یہ اندھیرے کا وقت ہے پس اس سے بھی اندھیرے میں پڑھنا ثابت ہوا۔ جو لوگ روشنی میں افضل کہتے ہیں وہ پہلی دوسری تیسری نویں دسویں سے استدلال کرتے ہیں۔

نیل الاوطار جلد اول ص۳۱۹ میں دوسرے مذہب کے قائل مندرجہ ذیل لوگ بتلائے گئے ہیں۔

اہلبیتؑ۔ امام مالکؒ۔ امام شافعیؒ۔ امام احمدؒ۔ امام اسحاقؒ۔ امام ابوثورؒ۔ امام اوزاعیؒ۔ امام داؤد بن علیؒ۔ امام ابوجعفر طبریؒ۔

پھر کہا ہے۔ حضرت عمرؓ۔ حضرت عثمانؓ۔ عبداللہ بن زبیرؓ۔ انسؓ۔ ابوموسیٰؓ۔ ابوہریرہؓ سے بھی یہی

مروی ہے اور بحوالہ حازمی لکھا ہے۔ حضرت ابوبکر ابوبکر صدیقؓ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اہل حجاز کا بھی یہی قول ہے۔ پہلے مذہب کے قائل مندرجہ ذیل لوگ ہیں۔

امام ابوحنیفہ اور اُن کے شاگرد، امام ثوریؒ، امام حسن بن حیؒ اکثر اہل عراق پھر کہا حضرت علیؓ اور عبداللہ بن مسعود سے دو روایتیں ہیں ایک میں پہلے مذہب کے ساتھ ہیں ایک میں دوسرے مذہب کے ساتھ ہیں جو دوسرے مذہب کے قائل ہیں یعنی اندھیرے میں افضل کہتے ہیں۔ وہ حدیث نمبر ۴ کا یہ جواب دیتے ہیں کہ مزدلفہ میں نماز ایسے وقت پڑھی کہ کوئی کہتا صبح ہو گئی کوئی کہتا نہیں ہوئی۔ چنانچہ اسی حدیث میں تشریح ہے اور ہمیشہ ایسے وقت پڑھتے کہ کسی کو شک نہیں رہتا یعنی صبح واضح ہو جاتی۔ اور نمبر ۵ کی حدیث کا بھی یہی جواب دیتے ہیں کہ روشن کر کے پڑھو یعنی صبح اچھی طرح واضح ہو جائے شک نہ رہے۔ امام شافعیؒ، امام احمدؒ امام اسحاقؒ سے ترمذی میں یہی مطلب نقل کیا ہے ملاحظہ ہو ترمذی باب وقت الصلوٰۃ الظہر ص۲۳۔ نمبر ۸ کی حدیث کا یہ جواب دیتے ہیں کہ یہ خاص واقعہ ہے شاید کوئی ضرورت ہو گئی ہو۔ اس لئے بلال کو کہا ذرا ٹھہر کر اقامت کہہ اور ایسا اتفاق کئی دفعہ ہو جاتا ہے کہ نماز آگے پیچھے پڑھی جاتی ہے۔ خاص کر جب عذر جواز میں ہو تو معمولی سے عذر کے لئے آگے پیچھے ہو سکتی ہے اعتبار عام حالت کا ہے اس لئے اصول میں لکھا ہے وقائع الاعیان لا یحتج بہا علی العموم (نیل الاوطار جلد ۲ ص۳) یعنی خاص واقعہ سے استدلال صحیح نہیں۔ اور اس سے نمبر ۵ کی حدیث کا مطلب بھی واضح ہو گیا یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی عارضہ سے روشنی میں پڑھی ہے۔ عبداللہ بن عمرؓ کو عارضہ کا علم نہیں ہوا۔ اس لئے وہ دونوں طرح عمل کرتے۔ اس کے علاوہ نمبر ۵ کی حدیث کا یہ مطلب نہیں کہ روشنی میں نماز پڑھتے بلکہ نماز تو اندھیرے میں ہی پڑھتے لیکن کبھی فراغت تک اتنی روشنی نہ ہوتی کہ پاس بیٹھنے والے کا منہ نظر آئے۔ بعض دفعہ پڑھتے پڑھتے اتنی روشنی ہو جاتی چنانچہ حدیث ۵ میں کلمہ فلا ادری وجہ جلیسی (میں اپنے پاس بیٹھنے والے کا چہرہ نہیں دیکھتا) سے یہ مطلب بخوبی واضح ہو جاتا ہے نیز اس حدیث میں ابوالربیع راوی ہے۔ دارقطنی نے اس کو مجہول کہا ہے (نیل الاوطار جلد اول ص۳۲) پس حدیث ضعیف ہوئی۔ رہی نمبر ۳ کی حدیث سو اس کی بابت امام شوکانی کہتے ہیں کہ ابومسعود انصاری کی حدیث (جو نمبر ۱ میں گزر چکی ہے اس) میں تصریح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وفات تک نماز اندھیرے میں پڑھتے رہے اور معاذ والی حدیث (وفات سے قریباً دو سال) پہلے ہے کیونکہ معاذ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت یمن بھیجا ہے جب مکہ فتح ہوا۔ جیسے ابن عبدالبر نے استیعاب میں لکھا ہے

اور کم شدہ میں ختم ہوا ہے، اور اعتبار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخیر کام کا ہوتا ہے یعنی جب آپ کی دو باتوں میں بظاہر تعارض معلوم ہو تو اخیری بات پر عمل کیا جاتا ہے۔ پس نماز فجر کا اندھیرے میں پڑھنا راجح ہوا۔ اس کے علاوہ ایک اور بھی وجہ ہو سکتی ہے وہ یہ کہ یمن میں عرب کی نسبت زیادہ گرمی ہے۔ اور راتیں زیادہ چھوٹی ہیں تو ایسے ملکوں میں سردیوں کی نسبت گرمیوں میں بیس پچیس منٹ انتظار کر لی جائے یعنی ایسے ملکوں میں سردیوں میں دھاری واضح ہوتے ہی سنتیں پڑھ کر نماز پر کھڑا ہو جائے اور گرمیوں میں اس کو ذرا روشن کرے لیکن ایسا نہ ہو کہ زیادہ دن چڑھا دے جس سے اس دھاری کا نام و نشان نہ رہے۔ اس طرح سے سب احادیث میں آپس میں موافقت ہو جاتی ہے اور کسی قسم کا اختلاف باقی نہیں رہتا۔

موافقت کی اور صورتیں اور علما کی آراء

۱۔ امام طحاوی جو حنفیہ کے بڑے بزرگ ہیں وہ سب احادیث میں یوں موافقت کرتے ہیں کہ نماز اندھیرے میں شروع کی جائے اور قرأت اتنی لمبی کی جائے کہ ختم تک روشنی ہو جائے۔ لیکن امام شوکانی نیل الاوطار جلد اول ص۳۱ میں کہتے ہیں کہ ویسے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی نماز میں ہمیشہ قرأت لمبی پڑھتے تھے۔ اگر زیادہ لمبی صورتیں پڑھتے (جیسے ایک مرتبہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے فجر کی نماز میں سورہ البقرہ پڑھی جب فارغ ہوئے تو کہا گیا قریب تھا کہ سورج نکل آئے فرمایا

لو طلعت لم تجدنا غافلین ۔ یعنی اگر آفتاب نکل آتا تو ہمیں غافل نہ پاتا"

یعنی سوئے ہوئے پر آفتاب کا نکلنا نقصان ہے۔ اگر اس طرح لمبی سورتیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ پڑھتے) تو ہمیشہ بہت روشنی پھیلنے کے بعد فراغت ہوتی۔ اور یہ حضرت عائشہؓ کی حدیث (جو نمبر اول میں گذر چکی ہے) کے خلاف ہے کیونکہ اس میں یہ ہے کہ فراغت کے وقت عورتوں کو کوئی نہیں پہچان سکتا تھا (انتہی مع تشریح) اور نمبر ۵ کی بھی حدیث کے خلاف ہے کیونکہ اس میں ہے کہ فراغت کے وقت اپنے پاس والے کی پہچان ہو سکتی گویا روشنی ابھی تک پھیلتی نہیں تھی۔ ہاں اگر امام طحاوی کی مراد روشنی سے روشنی کا پھیلنا نہ ہو بلکہ اتنی روشنی ہو کہ جس سے پاس والے کا چہرہ پہچانا جا سکے تو یہ بالکل ٹھیک ہے۔

۲۔ بعض کہتے ہیں روشنی میں پڑھنے کا حکم چاندنی راتوں میں ہے کیونکہ چاندنی راتوں میں پو اچھی طرح معلوم نہیں ہوتی۔ اس لئے حکم دیا ذرا روشن کر کے پڑھو تاکہ پو میں کسی قسم کا شک شبہ نہ رہے۔ یہ صورت موافقت کی

اچھی ہے۔ اور اس سے سب احادیث میں موافقت ہو جاتی ہے۔ لیکن نمبر ۵ کی حدیث رہ جاتی ہے سو اس کا جواب آخر وہی ہوگا جو ہم نے دیا ہے یا امام شوکانی نے دیا ہے یعنی یا تو یوں کہا جائے کہ رسول اللہ کی اخیری بات پر عمل کیا جاتا ہے اور اندھیرے میں پڑھنا اخیری بات ہے کیونکہ وفات تک اس پر عمل رہا ہے یا یوں کہا جائے جو ملک عرب سے زیادہ گرم ہیں اور ان کی راتیں چھوٹی ہیں تو وہاں یہ حکم ہے کہ پو پھٹنے کے بعد بیس پچیس منٹ انتظار کر لی جائے تاکہ لوگ شامل ہو جائیں۔

۳۔ امام خطابی کہتے ہیں ہو سکتا ہے کہ جب ان کو حکم ہوا کہ نماز جلدی پڑھیں یعنی وقت میں دیر نہ کریں تو انہوں نے صبح کاذب اور صبح صادق کے درمیان نماز پڑھنی شروع کر دی۔ اس پر حکم ہوا اسفروا بالفجر الحدیث یعنی فجر کو روشن کرو۔ صبح صادق کے بعد پڑھو کیونکہ اس میں اجر بہت بڑا ہے۔

ایک شبہ اور اُس کا جواب

صبح صادق کے پہلے نماز ہوتی ہی نہیں تو یہ کیوں فرمایا کہ اس میں اجر بہت بڑا ہے بلکہ یوں کہنا چاہیے تھا کہ جو نماز تم پہلے پڑھتے ہو وہ نہیں ہوتی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اگرچہ پہلی نماز ان کی صحیح نہ تھی لیکن ان کو اجر ملا کیوں کہ یہ اُن کی اجتہادی غلطی میں ایک اجر ہے پس فرمایا صبح صادق کے بعد نماز پڑھو کیونکہ یہ اجر ہی بہت بڑا ہے یعنی پہلی نماز سے۔

اس صورت سے بھی سب حدیثوں میں موافقت ہو جاتی ہے لیکن نمبر ۵ اور نمبر ۶ کی باقی رہ جاتی ہیں۔ سو ان کا جواب وہی ہوگا جو گذر چکا ہے۔

ایک شبہ اور اُس کا جواب

روشنی میں پڑھنے کی حدیثیں قولی ہیں۔ اور اندھیرے میں پڑھنے کی فعلی۔ اور تعارض کے وقت قول فعل پہ مقدم ہوتا ہے کیونکہ فعل میں خاصہ وغیرہ ہونے کا احتمال ہے تو روشنی کی احادیث مقدم ہونی چاہئیں۔ اس کے دو جواب ہیں ایک یہ کہ یہاں خاصہ وغیرہ ہونے کا احتمال نہیں کیونکہ آپ کے ساتھ صحابہ بھی شامل تھے دوسرا جواب یہ کہ نمبر ۳ کی حدیث قولی ہے اس میں سردیوں میں اندھیرے میں پڑھنے کا ارشاد فرمایا ہے۔ تیسرا جواب یہ کہ قولی مقدم اُس وقت ہوتی ہے جب موافقت نہ ہو سکے یہاں ہم نے موافقت کر دی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ

اندھیرے میں نماز پڑھنی افضل ہے ۔ اور جن حدیثوں میں روشن کرنے کا ذکر ہے اُن سے پوہ کا واضح کرنا مراد ہے اور نمبر ۲ کی حدیث عرب سے زیادہ گرم ملکوں کے لئے ہے یا وہ پہلے ہے اور نمبر ۵ کی حدیث عذر پر محمول ہے۔

عبداللہ امرتسری روپڑ

۱۵ رجب ۱۳۵۱ھ ۱۵ نومبر ۱۹۳۳ء

نمازیوں کی خاطر درمیانہ وقت نماز پڑھنا

سوال :- مسجد نابلی والی چنیوٹ اہل حدیث کی مسجد ہے ۔ اس مسجد میں ہمیشہ درمیانہ وقت میں نماز ہوتی رہتی ہے ۔ اب عرصہ سات آٹھ ماہ سے دو تین نمازیوں نے اپنی جماعتیں علیحدہ شروع کر دی ہیں اور وہ کہتے ہیں کہ ہم اوّل وقت میں اپنی جماعت کرائیں گے کیونکہ افضل ہے ۔ اِس بات پر نمازیوں کی جماعت میں بہت فساد برپا ہو گیا ہے اب سوال یہ ہے کہ وہ دو تین نمازی جو پہلے جماعت قائم کرتے ہیں ۔ اگر وہ پوری جماعت کے ساتھ نماز ادا کریں بہتر ہے یا اکیلی جماعت قائم کر کے فساد سے بچے رہنا بہتر ہے۔

جواب :- مشکوٰۃ میں ہے :-

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ مَكَثْنَا ذَاتَ لَيْلَةٍ نَنْتَظِرُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلٰوةَ الْعِشَاءِ الْاٰخِرَةِ فَخَرَجَ عَلَيْنَا حِيْنَ ذَهَبَ ثُلُثُ اللَّيْلِ اَوْ بَعْدَهٗ فَلَا نَدْرِيْ اَشَيْءٌ شَغَلَهٗ فِيْ اَهْلِهٖ اَوْ غَيْرُ ذٰلِكَ فَقَالَ حِيْنَ خَرَجَ اِنَّكُمْ تَنْتَظِرُوْنَ صَلٰوةً مَا يَنْتَظِرُهَا اَهْلُ دِيْنٍ غَيْرُكُمْ وَلَوْلَا اَنْ يَّثْقُلَ عَلٰى اُمَّتِيْ لَصَلَّيْتُ بِهِمْ هٰذِهِ السَّاعَةَ ثُمَّ اَمَرَ الْمُؤَذِّنَ فَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَصَلّٰى

(رواہ مسلم مشکوٰۃ باب تعجیل الصلوٰۃ فصل ۳)

عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ ہم نے انتظار کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز عشا کے لئے تہائی رات تک یا زیادہ گزر گئی ۔ آپ نکلے معلوم نہیں کہ آپ کس کام میں مشغول تھے یا ویسے ہی نہیں نکلے پس فرمایا تم ایک ایسی نماز کی انتظار میں ہو کہ تمہارے سوا کوئی اہل دین اس کی انتظار نہیں کرتے اگر میری اُمت پر بوجھ نہ ہوتا تو میں اسی وقت اُن کو نماز پڑھاتا۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ وقت میں نمازیوں کی رعایت ضروری ہے۔ نماز عشاء میں تہائی رات گزرنے پر پڑھنی افضل ہے مگر آپ نمازیوں کی رعایت سے اس وقت نہیں پڑھاتے تھے بس اسی طرح ان نمازیوں کو سمجھ لینا چاہیئے۔ جو اول وقت کو افضل کہتے ہیں وہ بھی نمازیوں کی خاطر درمیان وقت میں پڑھ سکتے ہیں خاص کر جب اتفاق کی ایسی نعمت عظمیٰ بھی حاصل ہو تو پھر ضرور نمازیوں کی رعایت چاہیئے تاکہ سب کے ملنے سے جماعت بڑی ہو اور ثواب زیادہ ہو۔

جن احادیث میں یمیتون الصّلوٰۃ (جو امام نماز کو ضائع کر دیں) تم ان سے الگ اپنے وقت پر پڑھ لو آیا ہے۔ ان میں اول وقت سے تاخیر مراد نہیں بلکہ ان میں مطلق وقت کا ذکر ہے۔ چنانچہ مشکوٰۃ کے اسی باب میں ہے یمیتون الصلوٰۃ او یوخرون عن وقتہا۔ پس جو شخص نماز کا وقت ضائع کر دے اور ایسے مکروہ وقت میں پڑھے جس کی بابت حدیث میں آیا ہے تلك صلوٰۃ المنافق تو اس صورت میں الگ پڑھ سکتا ہے پھر ان احادیث میں الگ جماعت کرنے کا کہیں ذکر نہیں کیونکہ جماعت سے نماز پڑھنے کی اصل غرض اتفاق و اتحاد ہے۔ الگ جماعت کرنے سے وہ فوت ہوتی ہے بلکہ پہلے سے بھی نزاع اور اختلاف بڑھتا ہے تو پھر الگ جماعت قائم کرنا کس طرح درست ہو سکتا ہے۔

نیز حدیث میں ہے لا یومن الرّجل الرّجل فی سلطانہ۔ یعنی کوئی شخص دوسرے کے اختیار والی جگہ میں امامت نہ کرائے۔

مذکورہ بالا صورت میں اصل امام مسجد امامت کا اختیار رکھتا ہے جو مقررہ امام کے علاوہ اس سے پہلے جماعت کراتے ہیں ان کی جماعت اس حدیث کے بالکل خلاف ہے پس بجائے اس کے کہ ان کو اس جماعت کا ثواب ہو اُلٹا عذاب کا خطرہ ہے۔

عبد اللہ امرتسری از روپڑ

۳۰ جمادی الاول ۱۳۵۹ھ - ۲۸ جون ۱۹۴۰ء

عشا کی قضا ئی کب ہے؟

سوال :- رات کو ایک آدمی تھکاوٹ کی کثرت سے سو جاتا ہے تو پھر وہ عشا کی قضا شدہ نماز کب پڑھے۔ کیا قضا نماز پڑھے یا پوری نماز پڑھے؟

محمد عبد اللہ بی اے سیکنڈ ماسٹر ڈی بی سکول جلال آباد ی غربی ضلع فیروز پور ۱۲ / ۱۹۴۰ء

جواب: عشاء کی نماز سے پہلے سونا حدیث میں منع آیا ہے لیکن اتفاقیہ کہیں سو جائے تو جب جاگ آئے نماز پڑھ لے۔ حدیث شریف میں اسی طرح آیا ہے ملاحظہ ہو مشکوٰۃ وغیرہ۔ نماز پوری پڑھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ رضی اللہ عنہم ان سب کی فجر کی نماز ایک مرتبہ سوتے میں رہ گئی تھی تو سورج نکلنے کے بعد با جماعت پوری نماز پڑھی یعنی سنتیں بھی ساتھ ادا کیں۔ (ملاحظہ ہو فصل رابع مشکوٰۃ)

عبداللہ امرتسری روپڑ ضلع انبالہ ۲۶ شوال ۱۳۵۶ھ ۳۰ دسمبر ۱۹۳۷ء

نماز پڑھتے پڑھتے دوسری نماز کا وقت آنا

سوال: نماز کا وقت ختم ہونے سے پہلے اگر نماز شروع کر دی جائے یا نماز کے ممنوع اوقات میں اس سے پہلے نماز شروع کر دی جائے اور پھر دوسرا غیر ممنوع وقت شروع ہو جائے تو اس وقت کیا کرنا چاہیئے۔

جواب: حدیث میں ہے:

مَنْ اَدْرَكَ رَكْعَةً مِّنَ الصُّبْحِ قَبْلَ اَنْ تَطْلُعَ الْفَجْرُ فَقَدْ اَدْرَكَ الصُّبْحَ وَمَنْ اَدْرَكَ رَكْعَةً مِّنَ الْعَصْرِ قَبْلَ اَنْ تَغْرُبَ الشَّمْسُ فَقَدْ اَدْرَكَ الْعَصْرَ (متفق علیہ)

جو شخص طلوع شمس سے پہلے صبح کی ایک رکعت پالے اس نے صبح کی نماز پالی اور جو عصر کی ایک رکعت غروب آفتاب سے پہلے پالے اس نے مغرب کی نماز پالی۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو شخص وقت ختم ہونے سے پہلے ایک رکعت پالے وہ بقیہ نماز پڑھ لے اور جماعت کھڑی ہونے کے وقت پہلی نماز کے اخیری رکعت کے رکوع میں جا چکا ہو تو پوری کرے ورنہ توڑ کر جماعت کے ساتھ شامل ہو جائے۔ کیونکہ حدیث میں ہے۔

اذا اقیمت الصلوٰۃ فلا صلوٰۃ الا التی اقیمت لھا۔

یعنی جب اقامت ہو جائے تو پھر کوئی نماز نہیں مگر وہی جس کی اقامت ہوئی ہے۔

اس حدیث سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ اس حدیث میں اقامت کے بعد نماز کی نفی کی ہے۔ اور یہ بات ظاہر ہے کہ نماز کا اقل درجہ ایک ہے جیسے وتر ایک ہی رکعت ہے اور بعض صورتوں میں صلوٰۃ خوف بھی ایک رکعت ہے۔ ایک رکعت سے کم کو نماز نہیں کہتے پس ایک رکعت سے کم پڑھ سکتا ہے جس کی

صورت یہ ہے کہ اخیر رکعت کے رکوع میں جاچکا ہو تو پوری کرے ورنہ توڑ دے۔

دوسرا مسئلہ یہ کہ اقامت کے بعد الگ کوئی نماز نہ ہونی چاہیئے خواہ فرض ہو یا نفل بلکہ امام کے ساتھ شامل ہو جائے۔

نیّت رہی یہ بات کہ نیت کونسی نماز کی کرے۔ مثلاً عصر کی نماز ہو رہی ہے اور اس کی ظہر باقی ہے تو کیا امام کے ساتھ شامل ہو کر ظہر کی نیت کرے یا عصر کی؟

عصر کی نیت کرنے کی دلیل اس حدیث کے ظاہر الفاظ ہیں کہ اقامت کے بعد وہی نماز ہے جس کی اقامت ہوئی ہے پس عصر کی نیت کرنی چاہیئے نیز اگر اتفاقیہ امام کو نماز میں دیر ہو گئی اور اس نے اخیر وقت میں نماز پڑھائی تو اس صورت میں اگر ظہر کی نیت کرے تو اس کی دو نمازیں ظہر و عصر قضا ہوں گی۔ ظہر اس لئے کہ وہ اپنے وقت پر نہیں پڑھی گئی بلکہ عصر کے وقت پڑھی گئی ہے اور عصر اس لئے کہ امام کے پڑھاتے پڑھاتے عصر کا وقت بھی ختم ہو گیا تو وہ بھی قضا ہو گئی۔ اگر امام کے ساتھ عصر کی نیت کرے تو عصر اپنے وقت پر ادا ہو گئی۔ صرف ظہر قضا ہی۔ نیز اگر عشاء کی اقامت ہو تو مغرب کی نماز کی نیت کرنے میں خلل واقع ہو گا وہ اس طرح کہ امام کے ساتھ چوتھی رکعت پڑھے تو مغرب کی چار ہو جائیں گی۔ اگر تیسری پڑھ کر بیٹھا رہے اور جب امام چوتھی پڑھ کر سلام پھیرے تو اس صورت میں سلام سے پہلے درمیان میں امام کی مخالفت لازم آئے گی جو سوا مجبوری کے ٹھیک نہیں۔

ظہر کی یا مغرب کی نیت کرنے کی دلیل یہ ہے کہ عصر اور فجر کی نماز کے بعد وقت مکروہ ہے مگر امام کے ساتھ عصر کی نیت کرے تو ظہر مکروہ وقت میں پڑھنی پڑے گی۔ اگر دیر کرے تو خطرہ ہے موت واقعہ ہونے سے کہیں فرض ہی ذمے نہ رہ جائے۔ نیز اگر ظہر کی نیت کرے یا مغرب کی نیت کرے تو اس میں ترتیب محفوظ رہتی ہے اگر عصر یا عشاء کی نیت کرے اور ظہر عصر کے بعد اور مغرب عشاء کے بعد پڑھے تو پہلی نماز پیچھے ہو جائے گی۔ اور پچھلی پہلے۔ حالانکہ پہلی پہلے فرض ہے اور پچھلی پیچھے۔ اگر بالفرض پچھلی نماز پڑھتے مر جائے تو پہلی کا گناہ اس کے ذمہ رہا اور اگر پہلی پڑھ کر مر جائے تو پچھلی کے بدلے اس کو مواخذہ نہیں کیونکہ اس کا وقت اکثر باقی ہوتا ہے۔

غرض دونوں طرف کچھ کچھ دلائل ہیں اس لئے اختیار ہے کہ پہلی کی نیت کرے یا پچھلی کی۔

نوٹ: بعض لوگ کہتے ہیں کہ عصر یا فجر کے بعد فوت شدہ نماز کی قضا نہ دینی چاہیے۔ کیونکہ ان وقتوں میں نماز منع ہے۔ مگر یہ ان لوگوں کی غلطی ہے کیونکہ مکروہ وقتوں میں قضا منع نہیں ہے۔ ظہر کی سنتوں کی قضا عصر کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔ اور فجر کی سنتیں رہ جائیں تو وہ بھی فجر کی نماز کے بعد پڑھنی ثابت

ہیں۔ چنانچہ ہم نے رسالہ "امتیازی مسائل" میں اس کی تفصیل کی ہے تو فرضوں کی قضا بطریق اولیٰ جائز ہوگی۔ کیونکہ ان کا معاملہ اہم ہے نیز خدانخواستہ دیر کرنے کی صورت میں مرگیا تو فرض ذمہ رہ گئے یہ کتنے بڑے خطرہ کا مقام ہے اس لئے فرضوں کی قضا میں بہت جلدی کرنی چاہیئے۔

عبداللہ امرتسری روپڑی ۲۰ شعبان ۱۳۸۰ھ ۱۰ فروری ۱۹۶۱ء

معتکف کا نمازِ فجر یا نمازِ عصر کے بعد سُنّت یا نفل پڑھنا

سوال: کیا معتکف نمازِ فجر کے بعد تا طلوعِ آفتاب اور اسی طرح بعد عصر تا مغرب سنتیں یا نفل ادا کر سکتا ہے؟

سراج الدین وزیر آبادی

جواب: ان دونوں وقتوں میں نماز منع ہے۔ معتکف اور غیر معتکف اس میں برابر ہیں لیکن سببی نماز میں اختلاف ہے کہ جائز ہے یا نہیں۔ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ نے اپنے فتاویٰ میں اس پر زور دیا ہے کہ سببی نماز جائز ہے جیسے تحیۃ المسجد، تحیۃ الوضوء وغیرہ اور ممانعت صرف غیر سببی سے ہے یعنی جس کا کوئی سبب نہ ہو جیسے عام نفل۔ نماز استخارہ اور نماز حاجت بھی سببی میں داخل ہے[1] کیونکہ سببی سے مراد جو فی الفور ہوتی ہے البتہ فجر کی سنتوں کے متعلق ابوداؤد وغیرہ میں خاص حدیث آئی ہے کہ نمازِ فجر کے بعد اور طلوعِ آفتاب سے قبل درست ہیں۔

عبداللہ امرتسری ۲۹ رمضان ۱۳۸۳ھ

سرکاری ڈیوٹی کی وجہ سے نمازوں کے جمع کرنے کا مسئلہ

سوال: زید محکمہ پولیس میں ملازم ہے اسے کئی گھنٹے ڈیوٹی دینی پڑتی ہے۔ دوران ڈیوٹی ظہر و عصر یا مغرب عشاء کا وقت آتا ہے۔ زید نمازوں کو اپنے وقت پر ادا کرتا ہے تو حاکم اعلیٰ ڈیوٹی خالی دیکھ کر اسے جرمانہ کر دیتا ہے اور سزا بھی دیتا ہے جس وجہ سے زید سخت تنگ ہے حاکم اعلیٰ معزولی کی دھمکی بھی دیتا ہے زید روزی کی پریشانی کی وجہ سے معزولیت کو گوارا بھی نہیں کر سکتا۔ سوال یہ ہے کہ ایسی مصیبت میں زید

حاشیہ[1]: اگر نماز استخارہ اور نماز حاجت کا وقت تنگ ہو جیسے سفر کرنے کے وقت فی الفور استخارہ کرنا ہو یا ایسے فوری طور پر نماز حاجت پڑھنی ہو تو اس صورت میں یہ سببی نماز میں داخل ہو سکتی ہے۔

جمع تقدیم یا تاخیر کر سکتا ہے؟

علی حسین خان کانسٹیبل اراکین تنظیم کلکتہ

جواب:۔ نیز ڈیوٹی پر جائے اور مصلی کا انتظام کرے اور وہیں نماز پڑھ لیا کرے جمع نہ کرے ہمیشہ ڈیوٹی کے وقت ترک جماعت بھی ٹھیک نہیں۔ جب آفیسر کی طرف سے زیادہ خطرہ ہو ورنہ کسی قریبی مسجد میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھے کیونکہ جماعت کے بارہ میں سخت تاکید آئی ہے۔ اگر کسی دوسرے کانسٹیبل کو جو نماز نہیں پڑھتا اپنی ڈیوٹی پر اس کو مقرر کرکے نماز پڑھ لیا کرے تو یہ سب سے بہتر صورت ہے۔ خواہ اس کی ڈیوٹی میں اتنا وقت اس کو دے دیا جائے یا کسی طرح اس کو خوش کر لیا جائے بہر صورت نماز با جماعت ادا کریں۔ واللہ الموفق

عبداللہ امرتسری روپڑ

۲۲ ذی الحجہ ۱۳۵۶ھ ۔ ۲۵ فروری ۱۹۳۸ء

بلوغ کے بعد جو نمازیں نہیں پڑھی گئیں ان کے اعادہ کا مسئلہ

سوال:۔ جو نمازیں بلوغت کے بعد بوجہ سستی یا بے پرواہی کے رہ گئی ہیں۔ اب جب کہ وہ پکا نمازی بن گیا ہے تو کیا گذشتہ نمازیں پڑھی جائیں تو کس طرح اور کس وقت؟

جواب:۔ بلوغ کے بعد اگر نمازیں تھوڑی ہوں جو آسانی سے ادا سکتی ہوں تو ادا کر لی جائیں اگر زیادہ مدت کی ہوں جن کو ادا کرنا مشکل ہو تو یہی کافی ہے۔ حیض والی کو نماز اسی لئے معاف ہے کہ عموماً ہر ماہ میں حیض آتا ہے اگر ہر مہینہ میں حیض کی نمازوں کو دہرائے تو مشکل ہے اس لئے شرع نے معافی دی ہے پس اس سے تارک نماز کا حکم سمجھ لیں۔

عبداللہ امرتسری روپڑ ضلع انبالہ

۳۰ ذی الحجہ ۱۳۵۶ھ ۔ ۹ جنوری ۱۹۳۰ء

گورنمنٹ یا محکمہ سے چوری چھپے نماز

سوال:۔ ریلوے ملازمان کو نوکری پر نماز پڑھنے کی اجازت نہیں نوکری پر مسلمان ملازم آفیسران سے چوری نماز ادا کرتے ہیں یہ جائز ہے یا نہیں؟

جواب:۔ ریلوے ملازمان نماز پڑھنا چاہیں تو پڑھ سکتے ہیں بلکہ اسٹیشنوں پر کئی مسجد کے لئے

جگہ بھی تجویز کر لیتے ہیں۔ اور اگر بالفرض نماز نہ پڑھی جائے یا وقت پر نہ پڑھ سکے تو ایسی ملازمت ہی درست نہیں

عبداللہ امرتسری از روپڑ ضلع انبالہ مورخہ ۹ اکتوبر ۱۹۳۶ء

تہجد کی نماز عشاء کے بعد پڑھنا

سوال:۔ اگر کوئی شخص عشاء کی نماز ساڑھے نو بجے ختم کرے اس کے بعد ہی تہجد یعنی صلوٰۃ اللیل بھی پڑھ لے تو اس کی تہجد ادا ہو جائے گی یا نہیں؟

جواب:۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض دفعہ عشاء کے بعد بھی نماز تہجد پڑھی ہے لیکن ہمیشہ نہیں پڑھی اس لئے کبھی کبھی پڑھ لینے میں کوئی حرج نہیں۔

عبداللہ امرتسری روپڑی ۲۰ ذی الحجہ ۱۳۰۹ھ ۲۲ جون ۱۹۴۰ء

نماز میں تاخیر کرنے والے کے ساتھ نماز

سوال:۔ لوگ صبح کی نماز اذان کے آدھ گھنٹہ بعد پڑھتے ہیں تو پھر ہم پہلے نماز ادا کر لیا کریں یا جماعت کے ساتھ؟

جواب:۔ اگر زیادہ دن چڑھے پڑھتے ہوں تو پہلے پڑھنے میں کوئی حرج نہیں چنانچہ حدیث میں نماز تاخیر سے پڑھنے والوں کی بابت آیا ہے کہ تم ان سے پہلے پڑھ لیا کرو۔

عبداللہ امرتسری روپڑ ۱۵ رجب ۱۳۵۳ھ۔ ۱۵ اکتوبر ۱۹۳۳ء

پو پھٹنے کے بعد تحیۃ المسجد

سوال:۔ صبح کے وقت تحیۃ المسجد پڑھے یا نہ؟

عبداللہ کھیانوالی ڈاکخانہ مکھتر ضلع فیروزپور ۲۰ رمضان ۱۳۵۴ھ

جواب:۔ بلوغ المرام باب المواقیت میں ہے۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا صَلٰوةَ بَعْدَ الْفَجْرِ اِلَّا سَجْدَتَيْنِ اخرجه الخمسة الا النسائى وفى رواية عبد الرزاق لا صَلٰوةَ

بَعْدَ طُلُوْعِ الْفَجْرِ اِلَّا رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ وَمِثْلُهٗ لِلدَّارَقُطْنِيِّ عَنْ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ۔ (ص۳۰)

یعنی ابن عمرؓ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پو پھٹنے کے بعد کوئی نماز نہیں مگر دو رکعت فجر یعنی سنتیں۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ پو پھٹنے کے بعد تحیۃ المسجد درست نہیں جیسے طلوع و غروب آفتاب کے وقت نماز درست نہیں۔

عبداللہ امرتسری مقیم روپڑ ضلع انبالہ

۱۹ ذی الحجہ ۱۳۵۴ھ - ۱۲ مارچ ۱۹۳۶ء

سورج نکلنے کے بعد فجر کی سنتیں

سوال:۔ اقامت سے پہلے صبح کی دو سنتیں نہ پڑھی جائیں تو وہ سورج نکلنے کے بعد ادا ہو سکتی ہیں۔ میری سمجھ اس مسئلہ پر ہے کہ اگر جماعت ہو رہی ہو تو ترک سنت کر کے فرضوں کی اقتدا کرے اور اگر صبح کا وقت ہو تو بعد فرض ادا کرے۔ چنانچہ مدت تک اس مسئلہ پر عمل رہا۔ چند یوم ہوئے ایک حنفی بھائی نے ابن ماجہ کی حسب ذیل حدیث پیش کی۔

حدثنا عبد الرحمٰن بن ابراهيم ان النبي صلى الله عليه وسلم نام عن ركعتي الفجر نقضاهما بعد ما طلعت الشمس۔

میرے پاس ابن ماجہ کی شرح علمی کفایۃ الحاجہ شرح ابن ماجہ موجود تھی اس کو دیکھا تو اس میں یہ لکھا ہوا ہے۔

رجال اسناده ثقات الا ان مروان بن معاوية الفزاري كان يدلس وقد عنعنه نعم احتج به الشيخان۔

جواب:۔ تدلیس کہتے ہیں، اپنے ملاقاتی سے ایسے لفظ کے ساتھ روایت کرے جس سے سماع کا وہم ہو۔ اور حقیقت میں سنا نہ ہو مثلاً عن فلاں کہے یا قال فلاں کہے ایسے راوی کو مدلس کہتے ہیں۔ مروان بن معاویہ مدلس ہے جس کی روایت عن کے ساتھ کرنے کی صورت میں بالکل ضعیف ہوتی ہے۔ ہاں اگر سماع کی تصریح کرے تو پھر صحیح ہو جائے گی مگر یہاں عن کے ساتھ روایت کی ہے۔ رہا بخاری اور مسلم کا اس کی روایت کرنا تو وہ سماع کی تصریح کی صورت میں ہے یا مؤید کی صورت میں۔

اس کے علاوہ اس راوی میں ایک اور عیب بھی ہے وہ یہ کہ اپنے استادوں کے مشہور نام بدل کر غیر مشہور

ذکر کر دیتا ہے جس سے بعض دفعہ ضعیف کو ثقہ سمجھ لیا جاتا ہے یا ضعیف کے ضعف پر پردہ پڑ جاتا ہے یا معلوم ہوتا ہے کہ اس حدیث کے بہت سے طرق ہیں چنانچہ حافظ ابن حجرؒ نے طبقات المدلسین کے صـ۱۳، صـ۱۳۳ میں اس کا ذکر کیا ہے اور ایسے راوی کی روایت بغیر تحقیق کے نہیں لی جا سکتی۔ اور اس روایت کی حقیقت کا کچھ علم نہیں اس لئے یہ قابل استدلال نہیں۔

اس کے علاوہ اس کے مقابلہ میں حسن حدیث موجود ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ فجر کی سنتیں رہ جائیں تو فرضوں کے بعد پڑھ لی جائیں تفصیل کے لئے ہمارا رسالہ اختیاری مسائل ملاحظہ ہو۔

عبداللہ امرتسری روپڑی ۲۸ شعبان ۱۳۵۸ھ ۱۳ اکتوبر ۱۹۳۹ء

اقامت ہونے پر فجر کی سنتوں کا وقت

سوال:۔ ایک آدمی فجر کی نماز کے وقت وضو کر رہا تھا۔ اتنے میں جماعت کھڑی ہو گئی۔ اب یہ آدمی کیا کرے سنت ادا کرے یا جماعت میں شامل ہو جائے۔

امجد حسین۔ محمد یوسف۔ نئی دہلی

جواب:۔ فرضوں کے بعد سنتوں کے لئے طلوع آفتاب کی انتظار ثابت نہیں۔ ہاں فرضوں کے بعد سنتیں ثابت ہیں۔ ابوداؤد وغیرہ میں ہے کہ ایک شخص نے فرضوں کے بعد اسی وقت سنتیں پڑھیں۔ آپ نے فرمایا کیا اکٹھی دو نمازیں پڑھتا ہے۔ اس نے کہا یا رسول اللہ میں نے پہلے سنتیں نہیں پڑھیں۔ فرمایا فَلَا اِذًا پس اس وقت کوئی حرج نہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ فرضوں کے بعد فجر کی سنتیں پڑھنا جائز ہیں۔

امام شوکانیؒ نیل الاوطار جلد ۲ صـ۲۲ میں اس کی تائید میں لکھتے ہیں:۔

واخرجه ابن حزم فى المحلى من رواية الحسن بن ذكوان عن عطاء بن ابى رباح عَنْ رَجُلٍ مِنَ الْاَنْصَارِ قَالَ رَأَى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا يُصَلِّى بَعْدَ الْغَدَاةِ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَمْ اَكُنْ صَلَّيْتُ رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ فَصَلَّيْتُهُمَا الْاٰنَ فَلَمْ يَقُلْ لَهٗ شَيْئًا قَالَ الْعِرَاقِىُّ وَاِسْنَادُهٗ حَسَنٌ۔

یعنی ابن حزمؒ نے محلی میں روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو فجر کے بعد سنتیں

پڑھتے دیکھا۔ اس نے کہا یا رسول اللہ! میں نے سنتیں فجر کی نہیں پڑھی تھیں اب پڑھی ہیں۔ آپ نے اس کو کچھ نہیں کہا۔ اس حدیث کی اسناد اچھی ہے۔

یہ حدیث دلیل ہے کہ فجر کی سنتیں فرضوں کے بعد پڑھنی درست ہیں۔ اور نماز سے پہلے اقامت کے بعد سوائے اس نماز کے جس کی اقامت ہوئی ہے، دوسری نماز منع ہے چنانچہ حدیث میں ہے فلا صلوٰۃ الا المکتوبۃ اور ایک روایت میں ہے الا التی اقیمت (منتقی باب النہی عن التطوع بعد الاقامۃ) یعنی اقامت کے بعد وہی نماز ہے جس کی اقامت ہوئی ہے۔

جو لوگ اقامت کے بعد سنتوں کے جواز پر بیہقی کی یہ روایت پیش کرتے ہیں اِذَا اُقِیْمَتِ الصَّلٰوۃُ فَلَا صَلٰوۃَ اِلَّا الْمَکْتُوْبَۃَ اِلَّا رَکْعَتَیِ الصُّبْحِ۔ یعنی اقامت کے بعد صرف وہی نماز فرض ہے جس کی اقامت ہوئی ہے مگر دو سنتیں فجر کی۔

یہ ان کی غلطی ہے کیونکہ یہ روایت قابل استدلال نہیں۔ بیہقی خود اس کی بابت لکھتے ہیں۔ ھذہ الزیادۃ لَا اَصْلَ لَھَا (یعنی یہ لفظ (مگر دو سنتیں فجر کی) بے اصل ہے اس کا کوئی ثبوت نہیں۔ اور اس کی اسناد میں دو راوی حجاج بن نصر اور عباد بن کثیر ضعیف ہیں (نیل الاوطار)

علاوہ اس کے بعض روایتوں میں فجر کی سنتوں کی ممانعت آئی ہے چنانچہ اس حدیث فلا صلوٰۃ الا المکتوبۃ۔ میں ابن عدی نے یہ الفاظ روایت کئے ہیں۔ قِیْلَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ وَلَا رَکْعَتَیِ الْفَجْرِ قَالَ وَلَا رَکْعَتَیِ الْفَجْرِ اخرجہ ابن عدی فی ترجمۃ یحیی بن نصر بن حاجب واسنادہ حسن عون الباری شرح بخاری جلد ۲ صفحہ ۳۵۔ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا گیا کہ کیا اقامت کے بعد فجر کی سنتیں بھی نہ پڑھے۔ فرمایا فجر کی سنتیں بھی نہ پڑھے لہٰذا اس کی اسناد اچھی ہے۔

دیکھئے اس روایت میں فجر کی سنتوں کا نام لے کر منع کر دیا ہے اس سے واضح تر دلیل کیا ہو گی۔ پھر اس کی اسناد بھی اچھی ہے اور نیل الاوطار جلد ۲ صفحہ ۳۳ میں بھی یہ (نام لے کر فجر کی سنتیں منع کرنے کی روایت) ذکر کی ہے مگر حوالہ بیہقی کا دیا ہے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ روایت دونوں کتابوں (ابن عدی اور بیہقی) میں ہے مگر نیل الاوطار میں بیہقی کی اسناد کے متعلق لکھا ہے۔

وفی اسنادہ مسلم بن خالد الزنجی وھو متکلم فیہ وقد وثقہ ابن حبان واخرج لہ فی صحیحہ

یعنی اس کی اسناد میں مسلم بن خالد زنجی ہے، اس میں کچھ کلام ہے لیکن ابن حبان نے اس کو ثقہ کہا ہے اور اپنی کتاب صحیح میں اس کی اسناد کو قابل استدلال سمجھا ہے۔ بہر صورت یہ روایت بیہقی والی مذکورہ بالا روایت سے مگر دو سنتیں فجر کی راجح ہے۔ پس نتیجہ یہ ہوا کہ اقامت کے بعد فجر کی سنتیں پڑھنی منع ہیں۔ اگر رہ جائیں تو فرضوں کے بعد پڑھے

عبداللہ امرتسری روپڑی لاہور ۰ ربیع الثانی ۱۳۵۵ھ ۳۰ ستمبر ۱۹۳۶ء

عشاء سے پہلے سونا اور بارہ بجے جاگنا

سوال :۔ ایک شخص شام کی نماز پڑھ کر بستر پر سو جاتا ہے اور نیند سے وہ مغلوب ہو جاتا ہے، اگر وہ رات کو بارہ بجے کے بعد جاگے تو نماز عشاء کی پڑھے جائز ہے یا نہیں؟

خدا بخش از راجہ سانسی تحصیل اجنالہ ضلع امرتسر

جواب :۔ حدیث میں ہے :۔

كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يكره النوم قبلها والحديث بعدها

(مشکوٰۃ باب تعجیل الصلوٰۃ)

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عشاء سے پہلے سونا اور عشاء کے بعد باتیں کرنا برا جانتے تھے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عمداً دانستہ عشاء سے پہلے سونا درست نہیں۔ اگرچہ عشاء کی نماز کا وقت نصف رات تک ہے لیکن عشاء سے پہلے سونے سے منع فرمایا تاکہ کہیں نیند کے غلبہ میں نماز نہ رہ جائے یا جماعت نہ فوت ہو جائے بلکہ اگر پاس جگانے والا موجود ہو تو بھی نہ سوئے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عام مخالفت فرمائی ہے تاکہ سونے کی عادت نہ پڑ جائے۔ ہاں کہیں اتفاقیہ نیند کا غلبہ ہو کر سو گیا تو پھر جب جاگے فوراً نماز پڑھے خواہ رات کے بارہ بجے کا وقت ہو یا کوئی اور وقت ہو۔

حدیث میں ہے :۔

اذا نسي احدكم صلوة او نام عنها فليصلها اذا ذكرها۔

(مشکوٰۃ باب تعجیل الصلوٰۃ ص۳)

یعنی جب ایک تمہارا نماز بھول جائے یا سو جائے تو جب یاد آئے یا جاگے اس وقت پڑھ لے۔

عبداللہ امرتسری از روپڑ ضلع انبالہ ۱۴ جمادی الثانی ۱۳۵۳ھ ۳۰ ستمبر ۱۹۳۴ء

بارش میں دو نمازوں کا جمع کرنا

سوال:۔ بحالت بارش وغیرہ دو نمازیں جمع کرکے پڑھنا کتاب و سنت سے ثابت ہے یا نہیں؟ حدیث مسلم و ترمذی جس میں بلا عذر جمع بین الصلوٰتین ثابت ہے وہ پیش نہ کریں کیونکہ اس کے متعلق امام ترمذیؒ نے بیان کیا ہے کہ یہ حدیث علماء دین کی معمول بہ نہیں ہے۔ اگرچہ سند صحیح ہے مگر عدم تعامل اہل علم اس کو کمزور کرتا ہے۔

از عطاء اللہ شاہ

جواب:۔ آپ نے مسلم اور ترمذی کی حدیث میں بلا عذر جمع کرنے کا لفظ بتایا ہے حالانکہ اس میں بلا عذر کا لفظ نہیں ہے بلکہ غیر خوف ولا مطر ہے اور مسلم کی ایک روایت میں غیر خوف ولا سفر ہے دوسرے آپ نے علماء دین کے معمول بہ نہ ہونے کا مطلب اُلٹ سمجھا ہے۔ اس سے دو باتیں مفہوم ہوتی ہیں۔

اول یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بغیر خوف بغیر بارش اور بغیر سفر کے نمازیں جمع کیں۔

دوسری یہ کہ خوف بارش سفر یہ تینوں عذر شرع میں معتبر ہیں، کیونکہ اگر معتبر نہ ہوتے تو ان کی نفی کا کچھ معنی نہیں پہلی بات کا مطلب عام طور پر لیا جاتا ہے کہ بلا عذر جمع کیں، اور اسی سے آپ کو دھوکا لگا ہے کہ لفظ بلا عذر کو آپ حدیث کا لفظ سمجھ گئے۔ ورنہ حدیث میں یہ لفظ نہیں، اسی (بلا عذر) سمجھنے کی بناء پر امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ اس حدیث پر کسی کا عمل نہیں۔ گویا یہ منسوخ ہے اگر یہ مطلب نہ لیں بلکہ یہ مطلب لیں کہ راوی نے صرف تین عذروں کی نفی کی ہے۔ شاید ان کے علاوہ کوئی بیماری وغیرہ کا عذر ہو تو پھر یہ حدیث متروک العمل نہیں، کیونکہ بیماری کے عذر سے بعض تابعین اور امام اسحٰقؒ جمع کے قائل ہیں۔ چنانچہ اسی حدیث کے ماتحت امام ترمذیؒ نے اس کی تصریح کی ہے۔ رہی دوسری بات تو اس کے لحاظ سے بھی حدیث متروک العمل نہیں۔ چنانچہ امام ترمذیؒ اس حدیث کے ماتحت فرماتے ہیں۔

لہ اس کا ناسخ یہ حدیث ہے جس کے راوی ابن عباسؓ ہیں من جمع بین الصلوٰتین من غیر عذر فقد اتی بابا من ابواب الکبائر۔ یعنی جو بغیر عذر معتبر کے جمع کرے وہ کبیرہ گناہوں کے دروازوں سے ایک دروازہ کو آیا۔ یہ حدیث اگرچہ ضعیف ہے مگر عمل سے اس کو تقویت ہو گئی کیونکہ بلا عذر جمع کرنے کا سلفؒ سے کوئی بھی قائل نہیں اگر قائل ہوتا تو امام ترمذیؒ بغیر خوف بغیر بارش وغیرہ کے جمع کرنے کی حدیث کو متروک العمل نہ کہتے۔

قال بعض اهل العلم یجمع بین الصلوتین فی المطر وبہ یقول الشافعی واحمد واسحٰق ولم یر الشافعی للمریض ان یجمع بین الصلوتین۔

(ترمذی باب ماجاء فی الجمع بین الصلوتین)

یعنی بارش میں بعض اہل علم کہتے ہیں کہ نماز جمع کی جائے اور امام شافعی، امام احمد، امام اسحٰق اس کے قائل ہیں۔ اور امام شافعی مریض کو جمع کی اجازت[1] نہیں دیتے۔

جب بارش میں بعض اہل علم اور امام شافعیؒ اور امام احمدؒ وغیرہ جمع کے قائل ہیں تو دوسری بات کے لحاظ سے یہ حدیث قابلِ عمل ہے۔ اور بارش کے وقت جمع کرنے پر استدلال اس سے صحیح ہے۔ اس کے علاوہ اور دلائل بھی ہیں۔ نیل الاوطار میں ہے۔

ولمالک فی الموطا عن نافع ان ابن عمر اِذَا جَمَعَ الْاُمَرَاءُ بَیْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ فِی الْمَطَرِ جَمَعَ مَعَهُمْ وَلِلْاَثْرَمِ فِی سُنَنِهٖ عَنْ اَبِی سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَنَّهٗ قَالَ مِنَ السُّنَّةِ اِذَا کَانَ یَوْمُ مَطَرٍ اَنْ یَجْمَعَ بَیْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ (نیل الاوطار جلد ۳ ص۲۲۹)

یعنی موطا امام مالکؒ میں نافعؒ سے روایت ہے کہ جب امیر مغرب، عشاء جمع کرتے تو ابن عمرؓ بھی ان کے ساتھ جمع کرتے اور ابی سلمہ بن عبدالرحمٰن کہتے ہیں کہ بارش کے دن مغرب اور عشاء کے درمیان جمع کرنا سنّت ہے۔

عبداللہ امرتسری ازروپڑ ضلع انبالہ

۱۲ ذیقعد ۱۳۵۳ھ

جمع تقدیم و جمع تاخیر

سوال:۔ ایک مولوی صاحب بڑے دعوے سے کہتے ہیں کہ عصر کے وقت ظہر کو اور عشاء کے وقت مغرب کو جمع کرکے پڑھنا ثابت نہیں۔ جمع تقدیم اور جمع تاخیر کا وہ یہ مطلب بیان کرتے ہیں کہ ظہر کو آخر وقت اور عصر کو اول وقت میں جمع کیا جائے تو ان میں سے ایک یعنی پہلی نماز کو جمع تاخیر کہتے ہیں اور دوسری نماز جو پہلی کے ساتھ جمع کی جائے وہ جمع تقدیم ہے۔ اس کے علاوہ پہلی نماز کو دوسری کے وقت میں جمع کرکے

---

[1] ترجیح اسی کو ہے کہ بیمار کے لئے دو نمازوں کا جمع کرنا درست ہے۔

پڑھنا ناجائز ہے کیا یہ مطلب صحیح ہے۔

محمد عالم اسلامیہ پارک لاہور

جواب :- نیل الاوطار مصری جلد ۳ صفحہ ۲۳۰ باب جواز الجمع فی السفر فی وقت احدھما و قال اسنادہ صحیح بلفظ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا كَانَ فِيْ سَفَرٍ وَزَالَتِ الشَّمْسُ صَلَّى الظُّهْرَ وَالْعَصْرَ جَمِيْعًا - یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر میں ہوتے اور سورج ڈھل جاتا تو ظہر اور عصر اکٹھی پڑھ لیتے۔

نیل الاوطار کے اسی صفحہ پر ہے

عَنْ جَابِرٍ عِنْدَ مُسْلِمٍ مِنْ حَدِيْثٍ طَوِيْلٍ وَفِيْهِ ثُمَّ اَذَّنَ ثُمَّ اَقَامَ فَصَلَّى الظُّهْرَ ثُمَّ اَقَامَ فَصَلَّى الْعَصْرَ وَلَمْ يُصَلِّ بَيْنَهُمَا شَيْئًا وَكَانَ ذَالِكَ بَعْدَ الزَّوَالِ -

پھر اذان دی اور اقامت کہی پھر ظہر پڑھی پھر تکبیر کہی پس عصر پڑھی اور ان دونوں کے درمیان کچھ نہیں پڑھا اور یہ زوال کے بعد تھا۔

ان دونوں حدیثوں سے جمع تقدیم حقیقی کا ثبوت واضح ہے۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّهُ اسْتُغِيْثَ عَلٰى بَعْضِ اَهْلِهِ فَجَدَّ بِهِ السَّيْرُ فَاَخَّرَ الْمَغْرِبَ حَتّٰى غَابَ الشَّفَقُ ثُمَّ نَزَلَ فَجَمَعَ بَيْنَهُمَا ثُمَّ اَخْبَرَهُمْ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَفْعَلُ ذَالِكَ اِذَا جَدَّ بِهِ السَّيْرُ رواہ الترمذی بھذا اللفظ وصححہ منتقی مع نیل الاوطار صفحہ ۲۳۱)

یعنی ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ ان کو اپنے بعض اہل کے متعلق سفر میں) سخت بیماری کی خبر ملی - پس تیز چلے اور نماز مغرب کو موخر کر دیا یہاں تک کہ سرخی غائب ہو گئی پھر (سواری سے) اترے - پس دونوں نمازوں (مغرب عشاء) کو جمع کیا اور (نماز سے فارغ ہو کر) فرمایا کہ جب جلدی ہوتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح کیا کرتے تھے۔

اس کو امام ترمذیؒ نے ان الفاظ سے روایت کیا ہے اور صحیح کہا ہے۔

مسلم میں ہے :-

كَانَ اِذَا اَرَادَ اَنْ يَّجْمَعَ بَيْنَ الصَّلٰوتَيْنِ فِي السَّفَرِ يُؤَخِّرُ الظُّهْرَ حَتّٰى يَدْخُلَ اَوَّلُ وَقْتِ

اَلْعَصْرِ ثُمَّ يَجْمَعُ بَيْنَهُمَا (منتقی مع نیل الاوطار ص۲۲۲)

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر میں دو نمازوں کو جمع کرنے کا ارادہ کرتے ظہر کو مؤخر کر دیتے یہاں تک کہ عصر کا اول وقت ہو جاتا پھر دونوں (ظہر اور عصر) کو جمع کرتے۔

ان دونوں حدیثوں سے جمع تاخیر حقیقی ثابت ہو گئی۔

نیز نیل الاوطار کے ص۲۲۳ پر ہے۔

فی حدیث معاذ بن جبل فی الموطا بلفظ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَخَّرَ الصَّلٰوۃَ فِیْ غَزْوَۃِ تَبُوْکَ خَرَجَ فَصَلَّی الظُّھْرَ وَالْعَصْرَ جَمِیْعًا ثُمَّ دَخَلَ ثُمَّ خَرَجَ فَصَلَّی الْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ جَمِیْعًا قَالَ الشَّافِعِیُّ فِی الْاُمِّ قَوْلُہٗ ثُمَّ دَخَلَ ثُمَّ خَرَجَ لَا یَکُوْنُ اِلَّا وَھُوَ نَازِلٌ فَلِلْمُسَافِرِ اَنْ یَّجْمَعَ نَازِلًا وَّمُسَافِرًا وَقَالَ ابن عبد البر ھٰذَا اَوْضَحُ دَلِیْلٍ فِی الرَّدِّ عَلٰی مَنْ قَالَ لَا یَجْمَعُ اِلَّا مَنْ جَدَّ بِہِ السَّیْرُ وَھُوَ قَاطِعٌ لِلْاِلْتِبَاسِ

یعنی معاذ بن جبل کی حدیث مؤطا میں ان الفاظ سے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ تبوک میں نماز کو مؤخر کیا۔ نکلے پس ظہر اور عصر اکٹھی پڑھیں پھر داخل ہوئے پھر نکلے پس مغرب اور عشا اکٹھی پڑھیں۔

امام شافعیؒ کتاب الام میں فرماتے ہیں کہ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم داخل ہوئے پھر نکلے یہ دلیل ہے کہ آپ اُترے ہوئے تھے پس مسافر کے لئے دونوں صورتوں میں جائز ہے خواہ اُترا ہوا ہو یا چل رہا ہو۔

اور امام ابن عبد البرؒ کہتے ہیں۔

یہ اس شخص کے رد کے لئے واضح دلیل ہے کہ جو کہتا ہے کہ صرف چلتا ہوا مسافر جمع کرے (انتہا ترجمہ)

اس حدیث سے بالکل ہی شک رفع ہو گیا۔

نوٹ:۔ جمع تقدیم اور جمع تاخیر کی جو تعریف سوال میں مذکور ہے یہ آج تک کسی امام نے نہیں کی یہ درحقیقت جمع نہیں کیونکہ ہر نماز اپنے وقت میں پڑھی گئی ہے یہ صرف صورتاً جمع ہے۔ جمع تقدیم تاخیر یہ ہے کہ پہلی کو دوسری کے وقت میں پڑھا جائے۔

عبد اللہ امرتسری روپڑی

۱۴ شعبان ۱۳۸۲ھ — ۱۱ جنوری ۱۹۶۳ء

عشاء کے بعد کس کو باتیں کرنے کی اجازت ہے اور کس کو نہیں

سوال :۔ ترمذی میں ہے لَا سَمَرَ اِلَّا لِمُصَلٍّ اَوْ مُسَافِرٍ۔ یعنی نمازی اور مسافر کو باتیں کرنے کی اجازت ہے۔ اس سے کونسا نمازی مراد ہے جو بعد نمازِ عشاء گفتگو کر سکتا ہے۔

جواب :۔ اس حدیث لا سمر الا لمصل میں نماز سے مراد عشاء کی نماز ہے یعنی عشاء کی نماز کے انتظار میں بیٹھا ہو تو باتوں کی اجازت ہے۔ کیونکہ بعض دفعہ نمازِ عشاء دیر میں پڑھی جاتی ہے تو خیال ہوتا ہے کہ عشاء کے بعد بات چیت منع ہے تو عشاء کے معمول وقت کے بعد بھی یہی حکم ہوگا۔ اس بنا پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نماز کی انتظار میں ہو تو بات چیت منع نہیں تاکہ مطلب کی گفتگو بھی ہو جائے اور نیند بھی رکی رہے۔ اور یہ بھی احتمال ہے کہ نماز سے مُراد عشاء کے بعد چار نفل ہوں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سونے سے پہلے پڑھا کرتے تھے۔ ملاحظہ ہو منتقی وغیرہ اور وتر وغیرہ بھی مُراد ہو سکتے ہیں۔

فوت شدہ نمازِ عصر پڑھنے کا وقت

سوال :۔ اگر عصر کی نماز رہ جائے تو کس وقت ادا کی جائے شام کے ساتھ یا اگلے روز عصر کے ساتھ۔

جواب :۔ اگر عصر کی نماز بھول سے یا نیند سے رہ جائے تو حدیث میں آیا ہے کہ جب جاگے یا یاد آئے وہی اس کا وقت ہے خواہ وہ غروب وطلوع کا وقت ہی ہو۔ ہاں اگر سستی سے نماز رہی ہو تو اس کے پڑھنے میں بھی جلدی کرے کیونکہ سستی ہی کی وجہ سے وہ پہلے ہی مجرم ہو چکا ہے۔ اب زیادہ دیر سے جرم میں اضافہ ہی ہوگا۔ لہٰذا جلدی پڑھے اور آئندہ کے لئے توبہ کرے۔

عبداللہ امرتسری

لہ حدیث کے اصل الفاظ یہ ہیں۔ عن خیثمة عن رجل من قومه عن عبد الله قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لا سمر بعد الصلوٰۃ یعنی عشاء الاخرۃ الا لاحد رجلین مصل او مسافر۔ ان الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ نمازِ عشاء مراد لینا ٹھیک نہیں مگر کیا جائے بعد الصلوٰۃ میں حذف مضاف ہے۔ یعنی بعد وقت یعنی المعتاد لها فافهم۔

(مسند احمد جلد اول ص ۳۷۹)

میت کی طرف سے نماز کی قضائی

سوال :- میت کی طرف سے نمازوں کی قضائی دی جاسکتی ہے یا نہیں؟

جواب :- میت کی طرف سے قضا نماز کی ادائیگی تو قرآن و حدیث سے ثابت نہیں بلکہ مرنے کے وقت اگر نماز کا تارک تھا تو کافر ہوا اور کافر کا جنازہ بھی درست نہیں۔ چہ جائیکہ اس کی نمازوں کی قضا دی جائے ہاں اگر اتفاقیہ کوئی نماز عذر سے رہ گئی ہو تو اس کے متعلق اس کے لئے دعا مغفرت کی جائے۔ اور اس کی طرف سے حج قربانی، صدقہ، خیرات کیا جائے تاکہ اس کو ثواب پہنچے اور اس کے ذمہ جو بوجھ ہو اتر جائے۔

عبداللہ امرتسری روپڑی ۱۰ ربیع الاول ۱۳۵۹ھ

قضا شدہ نمازوں میں ترتیب یا بلا ترتیب ادا کرنے کا مسئلہ

سوال :- جو نمازیں قضا ہو جائیں ان کو ترتیب سے ادا کرنا چاہیئے یا بلا ترتیب ادا کی جائیں۔

جواب :- اس مسئلہ میں بظاہر تین اہم باتیں ٹکرا رہی ہیں۔

پہلی بات

یہ حدیث ہے فَلَا صَلٰوۃَ اِلَّا الَّتِیْ اُقِیْمَتْ لَھَا۔ یعنی جب اقامت ہو تو اس نماز کے سوا کوئی نماز نہیں جس کی اقامت ہوئی۔

دوسری بات

ترتیب نمازوں کا مسئلہ ہے۔ جمہور کہتے ہیں۔ ترتیب ضروری ہے۔ بعض کہتے ہیں ضروری نہیں جمہور کی دلیل یہ ہے کہ ترمذی، نسائی، مؤطا میں ہے کہ جنگ خندق میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چار نمازیں رہ گئی تھیں بخاری مسلم میں کم نمازوں کا ذکر ہے۔ عشا کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ترتیب سے پڑھا پہلے ظہر پڑھی پھر عصر پھر مغرب پھر عشاء اور آپ نے عام طور پر فرمایا ہے صَلُّوْا کَمَا رَاَیْتُمُوْنِیْ اُصَلِّیْ۔ یعنی نماز اس طرح پڑھو جس طرح مجھے پڑھتا دیکھتے ہو۔

اس سے معلوم ہوا کہ ترتیب سے پڑھنی ضروری ہیں۔

ابن تیمیہ لکھتے ہیں۔

واحتج الجمہور بقول النبی صلی اللہ علیہ وسلم من نام عن صلوۃ او نسیہا فلیصلہا اذا ذکرہا لا کفارۃ لہا الا ذالک وفی لفظ فان ذالک وقتہا (مجلد اول فتاویٰ ابن تیمیہ)

یعنی جمہور کی دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو سو جائے یا بھول جائے تو جب یاد آئے پڑھ لے یہی اس کا کفارہ ہے۔ اور ایک روایت میں ہے یہی اس کا وقت ہے۔

جب یاد آنے کے وقت پڑھنے کا حکم ہوا۔ اور یہی اس کا وقت ہوا تو اب دوسری نماز سے اس کو مؤخر کرنا جس کی اب اقامت ہوئی ہے ٹھیک نہ ہوا۔

مؤطا امام مالکؒ باب العمل فی جامع الصلوٰۃ ص۱۴ میں ہے۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عُمَرَ اَنَّہٗ کَانَ یَقُوْلُ مَنْ نَسِیَ صَلٰوۃً فَلَمْ یَذْکُرْھَا اِلَّا وَھُوَ مَعَ الْاِمَامِ فَاِذَا سَلَّمَ الْاِمَامُ فَلْیُصَلِّ الصَّلٰوۃَ الَّتِیْ نَسِیَ ثُمَّ لِیُصَلِّ بَعْدَھَا الْاُخْرٰی

یعنی ابن عمرؓ فرماتے ہیں جو شخص نماز بھول جائے اس کو یاد نہیں آئی یہاں تک کہ دوسری نماز امام کے ساتھ پڑھنے لگ گیا تو جب امام سلام پھیرے پہلے بھولی ہوئی نماز پڑھے پھر دوسری پڑھے۔

تیسری بات

یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ اِنَّمَا جُعِلَ الْاِمَامُ لِیُؤْتَمَّ بِہٖ۔ یعنی امام کی تابعداری ضروری ہے جو امام کرے کرے وہ کرنا چاہیئے۔

اس حدیث کی رُو سے امام عشاء کی نماز پڑھتا ہو تو اس کے ساتھ مغرب کی نماز کس طرح پڑھے۔ اگر تین پر سلام پھیرے تو امام کی مخالفت لازم آتی ہے۔ اگر چار پڑھے تو مغرب نہیں بنتی۔ اگر تین فرضوں کی نیت کرے اور ایک نفل کی نیت کرے تو یہ بھی ایک انوکھی سی بات ہے کیونکہ وتر کے سوا ایک نفل کا کہیں ثبوت نہیں ملتا اور نہ ہی فرض اور نفل کی اکٹھی نیت آئی ہے۔ اگر ٹھہرا رہے یہاں تک کہ امام رکعت پڑھ لے تو یہ سب سے زیادہ بُرا ہے۔ کیونکہ اذان سن کر ٹھہرنے کی اجازت نہیں۔ فوراً نماز کے لئے آنا ضروری ہے۔ یہ اقامت سن کر شامل نہیں ہوتا۔ اسی طرح اگر فجر کی نماز رہ گئی ہو اور وہ ظہر کے ساتھ پڑھنی چاہتا ہو تو اس کو بھی یہی مشکل ہوگی ہاں امام ایک یا دو رکعت پڑھ چکا ہو اور اس کے بعد یہ آیا ہو تو اس صورت میں یہ مشکل نہیں لیکن کھٹکا سے یہ بھی خالی نہیں کیونکہ جب امام کی اقتداء میں یہ داخل ہو گیا تو امام کی ساری نماز اس نے اپنے ذمہ کر لی۔ اس لئے ساقط

ف دارقطنی باب الرجل یذکر صلوٰۃ وھو فی اخری ص۱۶۲ میں اس روایت کو مرفوع بھی ذکر کیا ہے لیکن کہا ہے کہ مرفوع وہم ہے۔ ۱۲

مقیم امام کے پیچھے پوری پڑھتا ہے۔ چنانچہ تلخیص میں مسند امام احمد کی روایت ہے۔ ابن عباسؓ سے سوال ہوا کہ مسافر مقیم کے پیچھے پوری نماز کیوں پڑھتا ہے؟ فرمایا سُنَّۃُ اَبِی الْقَاسِمِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔ یعنی یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے اور اس کا اصل نسائی و مسلم میں بھی ہے۔ جب یہ معلوم ہو گیا کہ بیان روایتوں کا آپس میں بہت تعارض ہے تو اب اس تعارض کو اٹھانے کی کوئی صورت سوچنی چاہیئے۔

رفع تعارض

امام ابو حنیفہؒ نے صرف ترتیب کے مسئلہ کو لیا ہے وہ فرماتے ہیں، جماعت خواہ ملے یا نہ ترتیب کو قائم رکھنا ضروری ہے۔ مثلاً صبح کی نماز اس وقت یاد آئی جب خطبہ سے فارغ ہو کر جمعہ کی نماز پڑھانے لگا تو وہ فجر کی نماز پڑھے خواہ جمعہ[1] فوت ہو جائے۔ ملاحظہ ہو شامی جلد اول باب ادراک الفریضۃ صــ۵۲۵ وباب قضاء الفوائت صــ۶۳۸ و فتاوی ابن تیمیہ۔ جلد اول صــ۱۲۹۔ لیکن اس صورت میں حدیث فلا صلوۃ الا التی اقیمت لھا پر عمل بالکل ترک ہو جاتا ہے اس لئے یہ ٹھیک نہیں۔ جمعہ کے مسئلہ میں امام ابو حنیفہؒ کے شاگرد امام محمدؒ بھی اپنے استاد کے خلاف ہیں۔ وہ کہتے ہیں پہلے جمعہ پڑھے پھر صبح کی نماز پڑھے چنانچہ شامی کے صفحہ مذکورہ میں تصریح کی ہے۔ باقی دو صورتیں اور ہیں۔ ہمارے خیال میں یہ دونوں ٹھیک ہیں ان سے جس پر چاہے عمل کرے۔

ایک صورت

ایک یہ کہ پہلے وہ نماز پڑھ لے جس کی اقامت ہوئی ہے اس کے بعد وہ نماز پڑھے جو قضا ہو گئی۔

ترتیب والی احادیث کا جواب

یہ کہ حدیث لاصلوۃ الا التی اقیمت لھا سے معلوم ہوا کہ جب اقامت ہو جائے تو ترتیب قائم رکھنی ضروری نہیں ہاں اور وقتوں میں ترتیب سے پڑھے۔ اور عبداللہ بن عمرؓ کی روایت جو موطا کے حوالہ سے گذری ہے۔ وہ عبداللہ بن عمرؓ کا قول ہے حدیث فلا صلوۃ الا التی اقیمت لھا کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔

دوسری صورت

یہ ہے کہ امام کے ساتھ شامل ہو جائے اور قضا نماز کی نیت کر لے اس کے بعد اکیلا دوسری نماز پڑھ لے جس کی اقامت ہوئی۔ رہا فجر کی نماز کو نماز ظہر کے ساتھ پڑھنا سو اس کا ایک طریق تو یہی ہے کہ جتنی رکعتیں زائد ہیں۔ ان کی نفل کی نیت کرے مثلاً فجر ظہر کے ساتھ پڑھے تو

---

[1] یعنی جمعہ کی جگہ پھر ظہر پڑھے۔

دو نفلوں کی نیت کرے اور اگر مغرب عشاء کے ساتھ پڑھے تو ایک نفل کی نیت کرے۔ اگرچہ ایک نفل وتر کے سوا نہیں آیا لیکن جماعت کی خاطر جائز ہے۔ دیکھئے تین نفل بھی وتر کے سوا نہیں آئے لیکن کوئی شخص مغرب اکیلا پڑھ چکا ہو پھر مغرب کی جماعت پالے تو ملنا پڑے گا یا مغرب کی جماعت ہو چکی۔ اس کے بعد اکیلا آئے تو جو شخص نماز جماعت کے ساتھ پڑھ چکا ہے وہ اس کے ساتھ شامل ہو سکتا ہے۔ رہی فرض نفل کی اکٹھی نیت تو یہ بھی جماعت کی خاطر ہے۔ جیسے امام پانچ رکعت پڑھ لے تو امام پر سجدہ سہو پڑ گیا۔ حدیث میں آتا ہے کہ پانچویں رکعت اور سجدہ سہو مل کر بمنزلہ دو رکعت کے ہو کر نفل ہو جائیں گے لیکن مقتدی کو بھی سجدہ سہو کرنا پڑتا ہے تو یہ جماعت کو قائم رکھنے کی خاطر ہے ورنہ مقتدی کو کیا ضرورت ہے۔

دوسرا طریق یہ ہے کہ صبح کی نماز ظہر کے ساتھ پڑھے تو دو پر سلام پھیر کر امام سے الگ ہو جائے اگر مغرب عشاء کے ساتھ پڑھے تو تین پڑھ کر الگ ہو جائے جیسے صلوٰۃ خوف میں مقتدی ایک رکعت امام کے ساتھ پڑھ کر دشمن کے سامنے چلے جاتے ہیں۔ اور امام دوسری رکعت دوسرے مقتدیوں کو پڑھا دیتا ہے۔ گویا یہ سب تغیر و تبدل جماعت کی خاطر ہے۔ ایسے مسائل میں تشدد نہ چاہئے کیونکہ یہ اختلاف حادث نہیں۔ اور دلائل ملتے جلتے ہیں۔

اختیارات ابن تیمیہؒ صفحہ ۷۰ میں ہے۔

احج الطریقین لاصحاب احمد انہ یصح ائتمام القاضی بالمودی ولا بالعکس ولا یخرج عن ذالک ائتمام المفترض بالمتنفل ولو اختلفا اوکانت صلوٰۃ الماموم اقل وھو اختیار ابی البرکات وغیرہ۔

یعنی زیادہ صحیح طریق اصحاب احمد کے نزدیک یہ ہے کہ قضا دینے والا ادا کرنے والے کی اقتداء کر سکتا ہے۔ اور فرض پڑھنے والا نفل پڑھنے والے کی اقتداء کرے یہ بھی اس میں داخل ہے خواہ نمازیں ان کی تعداد رکعت میں کم و بیش ہوں بلکہ مقتدی کی نماز کم ہو تو بھی کوئی حرج نہیں (جیسے امام عشاء پڑھے اور مقتدی اس کے ساتھ مغرب کی نیت کرے) اور ابو البرکات وغیرہ کے نزدیک یہی مختار ہے۔

فتاویٰ ابن تیمیہ جلد اوّل صفحہ ۱۱ میں ہے۔

مسئلہ فی من وجد جماعۃ یصلون الظھر فاراد ان یقضی معھم الصبح فلما قام الامام للرکعۃ الثالثۃ فارقہ بالسلام فھل تصح ھذہ الصلوٰۃ وعلی ای مذھب

تصح۔

الجواب :۔ هذه الصلوة لا تصح فی مذهب ابی حنیفة ومالك واحمد فی احدی الروایتین عنه وتصح فی مذهب الشافعی واحمد فی الروایة الاخری۔

یعنی جو شخص فجر کی نماز ظہر پڑھنے والے امام کے ساتھ پڑھے۔ جب امام تیسری رکعت کے لئے اُٹھے یہ سلام پھیر کر الگ ہوجائے یہ نماز صحیح ہوگی یا نہ؟ اگر صحیح ہوگی تو کس کے نزدیک؟

جواب اس کا یہ ہے کہ امام ابو حنیفہؒ اور امام مالکؒ کے نزدیک صحیح نہیں۔ اور امام احمدؒ سے بھی ایک روایت اس طرح آئی ہے۔ اور ایک روایت میں امام احمدؒ کے نزدیک یہ نماز صحیح ہوگی۔ اور امام شافعیؒ کے مذہب میں بھی یہ نماز صحیح ہے۔

فتاویٰ ابن تیمیہ جلد اول صفحہ ۱۱۵ میں ہے:۔

مسئله فی امام قام الی الخامسة فسبح به فلم یلتفت لقولهم وظن انه لم یسه فهل یقومون معه ام لا۔

الجواب۔ ان قاموا معه جاهلین لم تبطل صلوتهم لکن مع العلم لا ینبغی لهم ان یتابعوه بل ینتظروه حتی یسلم بهم او یسلموا قبله والانتظار احسن واللّٰه اعلم۔

امام پانچویں رکعت کے لئے کھڑا ہوا کسی نے پیچھے سے سبحان اللہ کہا۔ امام نے اُس کا خیال نہ کیا کیونکہ اُس کے دل میں تھا کہ میں بھولا نہیں۔ کیا اس صورت میں مقتدی امام کے ساتھ کھڑے ہوں یا نہ؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اگر مسئلہ کی ناواقفی کی وجہ سے کھڑے ہوجائیں تو ان کی نماز باطل نہیں ہوگی۔ لیکن دیدہ دانستہ کھڑے ہونا لائق نہیں بلکہ امام کی انتظار میں بیٹھے رہیں۔ جب امام پانچویں رکعت پڑھ لے تو اس کے ساتھ سلام پھیریں یا اس سے پہلے جب وہ پانچویں رکعت کے لئے کھڑا ہو سلام پھیر لیں یعنی سلام پھیر کر امام سے الگ ہوجائیں لیکن امام کی انتظار بہتر ہے۔

عبداللہ امرتسری روپڑی یکم رجب ۱۳۵۱ھ۔

یکم نومبر ۱۹۳۲ء

فجر کی اذان وقت سے پہلے کہنا

سوال :- فجر کی اذان جلدی کہی گئی ہو یا شبہ میں کہی جائے تو اس کا کیا حکم ہے ؟

جواب :- فجر کی اذان شبہ میں ہو جائے تو کوئی حرج نہیں۔ نماز شبہ میں نہ ہونی چاہیئے۔

موطا امام مالک میں ہے :-

لم تزل الصبح ینادی بھا قبل الفجر فاما غیرھا من الصلوات فانا لم نرھا ینادی بھا الا بعد ان یحل وقتھا۔

یعنی تعامل اس پر چلا آیا ہے کہ فجر کی اذان پَو پھٹنے سے پہلے ہوتی رہی ہے۔ اس کے سوا اور کسی نماز کی اذان کا وقت پہلے ہونا معلوم نہیں ہوتا۔ مگر رمضان میں فجر کی اذان پَو پھٹنے سے پہلے نہ دینی چاہیئے۔

عبداللہ امرتسری روپڑی

۱۵ رجب ۱۳۵۱ھ - ۱۵ نومبر ۱۹۳۲ء

تہجّد اور سحری کی اذان

سوال :- فجر سے پہلے اذان درست ہے یا نہیں۔ وہ اذان سحری کی یا تہجد کی کہلا سکتی ہے یا نہیں۔ کیا کوئی شخص غیر رمضان میں سحری کی اذان دے سکتا ہے ؟

جواب :- عن ابن عمر و عائشہ رض قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان بلالا یوذن بلیل فکلوا واشربوا ———— حتی ینادی ابن ام مکتوم وکان رجلا اعمی لا ینادی حتی یقال له اصبحت اصبحت متفق علیه وفی اخرہ ادراج۔

یعنی ابن عمرؓ اور عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بلال رات کو اذان دیتا ہے پس سحری کھاؤ پیو۔ یہاں تک کہ ابن اُم مکتوم اذان دے اور ابن اُم مکتوم نابینا آدمی تھا۔ یہاں تک کہ کہا جاتا صبح ہو گئی صبح ہو گئی اور اخیر کلام (وکان رجلا اعمی) اخیر تک راوی کا قول ہے۔

اس حدیث پر سبل السلام میں لکھا ہے۔

وفیہ شرعیۃ الاذان قبل الفجر لا لما شرع الاذان فان الاذان کما سلف للاعلام بدخول الوقت ولدعاء السامعین لحضور الصلوۃ وھذا الاذان الذی قبل الفجر قد اخبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم بوجہ شرعیتہ بقولہ لیوقظ نائمکم ویرجع قائمکم رواہ الجماعۃ الا الترمذی والقائم ھو الذی یصلی صلوۃ اللیل ورجوعہ عودہ الی نومہ او قعودہ عن صلوتہ اذا سمع الاذان فلیس للاعلام بدخول وقت ولا لحضور الصلوۃ فذکر الاختلاف فی المسئلۃ والاستدلال للمانع وللمجیز لا یلتفت الیہ من ھمہ العمل بما ثبت

(سبل السلام جلد ۱ صفحہ)

اس میں فجر سے پہلے اذان دینے کا ثبوت ہے مگر یہ اذان اس خاطر نہیں جو اذان کی اصل غرض ہے کیونکہ اصل غرض اذان کے وقت نماز کا اعلان اور سامعین کو حضور نماز کی دعوت ہے اور اس اذان کی بابت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہے کہ سوئے ہوئے کو جگانے کی خاطر اور قائم کو لوٹانے کی خاطر ہے اس کو ترمذی کے سوا باقی جماعت نے روایت کیا ہے، اور قائم سے مراد جو رات کو نماز پڑھتا ہے اور اس کو لوٹانے سے مراد یہ ہے کہ وہ سو جائے یا نماز سے فارغ ہو کر بیٹھ جائے جبکہ اذان سنے۔ پس یہ اذان نہ وقت نماز کی اطلاع کے لئے ہے اور نہ حضور نماز کی خاطر ہے پس اس مسئلہ میں جو اختلاف جواز کے جھگڑے میں اور مانع اور مجوز کے استدلال کی بحث میں وہ شخص نہیں پڑ سکتا جس کا مقصد ثابت شدہ شے پر عمل ہے۔

اس بیان سے ایک تو سحری کی اذان ثابت ہوئی۔ دوم یہ معلوم ہوا کہ اس اذان کی غرض وہ نہیں جو عام اذان کی ہے بلکہ یہ اس خاطر ہے کہ رات کو نماز پڑھنے والا ذرا آرام کرے کہ نماز فجر کے لئے تیار ہو جائے۔ دوم سویا ہوا اٹھ کر نماز کی تیاری کر سکے کیونکہ اکثر انسان رات کی نیند سے اٹھتا ہے تو اس کو کئی طرح کی حاجتیں ہوتی ہیں۔ پہلے نیند کی سستی میں اٹھتے اٹھتے اتنی دیر لگ جاتی ہے۔ پھر اکثر پاخانہ پیشاب کی حاجت ہوتی ہے۔ اور کبھی غسل وغیرہ کی بھی حاجت ہوتی ہے اور صبح کے وضو کے لئے بھی کچھ وقت زیادہ چاہیے کیونکہ منہ ناک وغیرہ میں لمبی نیند سے جو مواد جمع ہو جاتا ہے مسواک وغیرہ سے اس کی صفائی اور اندر سے اس کا اخراج ان کاموں کے لئے کافی وقت چاہیے۔ اس لئے سحری کی اذان مقرر کی گئی ہے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ محض رمضان کے لئے نہیں

بلکہ بایں ماہ کے لئے ہے بلکہ رمضان سے دوسرے مہینوں میں زیادہ مناسبت رکھتی ہے کیونکہ رمضان میں کھانے پکانے کے لئے لوگ پہلے سے جاگے ہوئے ہوتے ہیں، برخلاف غیر رمضان کے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا کہ تم کو بلال کی اذان کھانے پینے سے نہ روکے۔ اس سے یہ مقصد نہیں کہ یہ رمضان ہی میں ہے بلکہ اس فرمان کی یہ وجہ ہے کہ رمضان میں اشتباہ کا ڈر تھا کہیں لوگ پہلی اذان سے ہی کھانے پینے سے نہ رک جائیں۔ اس لئے آپ نے اس اشتباہ کو دور فرمایا۔

اسی بنا پر حافظ ابن حجرؒ فتح الباری میں فرماتے ہیں۔

وادعی ابن القطان ان ذالك كان فی رمضان خاصة وفيه نظر

(فتح الباری جز ۲ ص ۳۴۶)

یعنی ابن القطان نے دعویٰ کیا ہے کہ یہ اذان رمضان سے مخصوص ہے۔ مگر ابن القطان کے اس دعویٰ میں کلام ہے۔

نیل الاوطار میں ہے:۔

وقد اختلف فی اذان بلال بليل هل كان فی رمضان فقط ام فی جميع الاوقات فادعی ابن القطان الاول قال الحافظ وفيه نظر (نیل الاوطار جلد اول ص ۳۲۹)

بلال کی اذان جو رات میں ہوتی تھی اس میں اختلاف ہے کہ خاص رمضان میں تھی یا تمام اوقات میں ابن القطان نے اول کا دعویٰ کیا ہے۔ حافظ ابن حجرؒ کہتے ہیں کہ اس دعویٰ میں کلام ہے۔

اس تفسیر سے یہ بھی معلوم ہوا کہ دونوں اذانوں میں کچھ زیادہ فاصلہ نہ تھا۔ اگر پہلی اذان بہت پہلے ہوتی، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو لوگوں پر اس اشتباہ کا خطرہ نہ ہوتا کہ یہ فجر کی اذان ہے۔ اور نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس اشتباہ کے اٹھانے کی خاطر یہ کہنا پڑتا کہ بلال کی اذان تمہیں کھانے پینے سے نہ روکے کیونکہ فاصلہ زیادہ ہونے سے خود ہی سمجھ جاتے تھے کہ رات باقی ہے۔ علاوہ ازیں بعض روایتوں میں تصریح آگئی ہے کہ فاصلہ بہت تھوڑا ہوتا تھا۔

فتح الباری میں بحوالہ نسائی و طحاوی حضرت عائشہؓ سے روایت کیا ہے۔

ولم يكن بينهما الا ان ينزل هذا ويصعد هذا (فتح الباری جز ۲ ص ۳۳۰)

یعنی دونوں اذانوں کے درمیان صرف اتنا فاصلہ تھا کہ اذان کی جگہ سے ایک اترتا اور دوسرا اذان دینے

کے لئے چڑھ جاتا۔ اور بخاری کتاب الصیام میں یہ بھی روایت ہے کہ وہاں حضرت عائشہ رضہ کے شاگرد قاسم کی طرف اس کی نسبت ہے لیکن نسائی اور طحاوی کی روایت سے معلوم ہو گیا کہ قاسم نے اپنی طرف سے نہیں کہا بلکہ حضرت عائشہؓ سے سن کر کہا ہے۔ اسی پر حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں۔

فمعنی قوله فی روایة البخاری قال القاسم ای فی روایته عن عائشة

(فتح الباری جزء صـ۳۴)

یعنی قال القاسم کا معنی بخاری کی روایت میں یہ ہے کہ حضرت عائشہؓ سے روایت کر کے کہا ہے نہ کہ اپنی طرف سے۔

پس جب ثابت ہو گیا کہ فاصلہ بہت تھوڑا تھا تو جو لوگ اس کو تہجد کی اذان سمجھتے ہیں یا تہائی رات باقی رہنے کے وقت یا اس سے بھی پہلے دیتے ہیں وہ ڈبل غلطی کرتے ہیں بلکہ یوں کہنا چاہیئے کہ تہجد پڑھنے والے کو فارغ کرنے کے لئے ہے تاکہ وہ ذرا آرام سے کر نماز فجر کے لئے تیار ہو جائے۔ چنانچہ حدیث کا لفظ لیرجع قائمکم اسی کی طرف اشارہ ہے اور اسی تھوڑے فاصلہ کی وجہ سے امام مالکؒ اور امام شافعیؒ وغیرہ کہتے ہیں کہ فجر کی نماز کے لئے الگ اذان نہ دی جائے اور اسی پر اکتفا کی جائے تو درست ہے۔ اور اسی کے متعلق ایک حدیث میں ہے۔ فتح الباری میں ہے۔ حدیث زیاد بن الحارث عند ابی داؤد یدل علی الاکتفاء فانه فیه انه اذن قبل الفجر بامر النبی صلی اللہ علیه وسلم وانه استاذنه فی الاقامة فمنعه الی ان طلع الفجر فامره فاقام (فتح الباری جزء صـ) زیاد بن الحارثؓ کی حدیث اذان قبل الفجر کے کافی ہونے پر دلالت کرتی ہے کیونکہ اس حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے امر سے زیاد بن الحارث نے اذان دی اور اس نے اجازت مانگی۔ آپ نے اس کو روک دیا۔ یہانتک کہ پو پھٹ گئی پس اس کو اقامت کا امر فرمایا پس اس نے اقامت کہی۔

اس حدیث سے صاف معلوم ہوا کہ اذان پو پھٹنے سے پہلے دی اور اسی پر کفایت کی دوبارہ اذان نہیں دلائی لیکن حافظ ابن حجرؒ نے اس حدیث کے متعلق لکھا ہے

فی اسناده ضعف وایضا فهی واقعة عین وکانت فی سفر (فتح الباری جزء صـ۳۴)

اس حدیث کی اسناد میں ضعف ہے نیز یہ خاص واقعہ ہے جو سفر میں ہوا ہے۔

اور اصول کا قاعدہ ہے کہ خاص واقعہ سے عام استدلال صحیح نہیں کیونکہ خاص واقعہ میں کئی احتمال ہوتے

ہیں جو مانع استدلال ہیں۔ مالکیہ شافعیہ کی طرف سے اس کا یہ جواب دیا جاتا ہے کہ اگرچہ یہ واقعہ خاص ہے مگر اس میں کوئی ایسا احتمال نہیں جو مانع استدلال ہو، رہا ضعف اسناد تو یہ مسلّم ہے مگر عمل اہل مدینہ اس کے موافق ہے اور عمل سلف اہل مدینہ امام مالکؒ وغیرہ کے نزدیک مستقل حجت ہے اور تقویت تو مستقل حجت نہ ہونے کی صورت میں بھی ہو جاتی ہے، مگر ایسے شبہ امام کے نزدیک مستقل حجت ہونے سے اور زیادہ تقویت ہو گئی پس ضعف اسناد سے اس حدیث میں جو کمی آگئی تھی وہ اس عمل سے رفع ہو گئی۔ ہاں دو اعتراض اس پر ڈبل پڑ سکتے ہیں۔ ایک یہ کہ اگر پہلی اذان کافی ہو سکتی ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دو اذان کیوں دلاتے۔ جن سے ایک بلال دیتے اور دوسری عمرو بن ام مکتوم رضہ۔

دوسرا اعتراض یہ کہ ابوداؤد وغیرہ میں حدیث ہے کہ بلالؓ نے فجر کی اذان ایک مرتبہ غلطی سے پہلے دیدی تو آپ نے بلالؓ کو حکم دیا کہ اعلان کردے اَلَا اِنَّ الْعَبْدَ نَامَ ۔ خبردار بندہ سو گیا یعنی نیند میں صبح کا پتہ نہیں لگایا بندہ سونے لگا ہے اس اذان کو معتبر نہ سمجھا جائے۔ اگر قبل الفجر اذان معتبر ہوتی تو اس اعلان کی کیا ضرورت تھی؟ اور اس حدیث کے متعلق اگرچہ حفاظ حدیث کا اتفاق ہے کہ یہ غلط ہے۔ صحیح یہ ہے کہ یہ حضرت عمرؓ کے زمانہ کا واقعہ ہے۔ ان کے موذن سے یہ غلطی ہو گئی تھی جس کے متعلق حضرت عمرؓ نے اعلان مذکور کا حکم دیا تھا۔ لیکن اگر حضرت عمرؓ ہی کے زمانہ کا واقعہ سمجھ لیا جائے تو پھر عمل اہل مدینہ وغیرہ حدیث زیاد بن الحارث کے موافق کہاں رہا۔ علاوہ اس کے حافظ ابن حجر فتح الباری میں اس کو کئی سندوں سے ذکر کیا ہے جو بعض بعض کو تقویت دیتی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ مرفوع کی بھی کچھ اصل ہے۔ (ملاحظہ ہو فتح الباری جزء ۲ ص ۸۴) بہر صورت یہ اعتراض بھی ڈبل ہے۔

ان دونوں اعتراضوں کا جواب یہ ہے کہ دوسری اذان صرف رمضان میں دلائی جاتی تھی تاکہ عام طور پر پتہ لگ جائے کہ اب کھانا پینا بند ہے، گویا رمضان کا زیادہ اہتمام ہونے کی وجہ سے دوسری اذان کی ضرورت پڑتی اور اسی بنا پر آپ نے فرمایا کہ جب تک عمرو بن ام مکتوم رضہ اذان نہ دے کھانے پینے سے بند نہ ہو۔ اور یہ بھی احتمال ہے کہ دوسری اذان غیر رمضان میں بھی ہوتی ہو مگر پہلی پر اکتفا بھی درست ہو جس کا مطلب یہ ہے کہ دوسری ضروری نہ سمجھی جاتی ہو۔ جیسے حدیث زیاد بن الحارث رضہ اور عمل سلف اہل مدینہ وغیرہ سے ظاہر ہوتا ہے اور حضرت عمرؓ کے واقعہ کا یہ بھی جواب ہو سکتا ہے کہ پہلی اذان موذن نے بہت پہلے دے دی ہو۔ اور ابھی رات کافی باقی ہو۔ اس لئے اعلان مذکور کی ضرورت پڑی ہو۔

غرض اس قسم کے جوابات مالکیہ اور شافعیہ کی طرف سے دئے جاتے ہیں مگر باوجود اس کے احتیاط اختلاف

سے نکل جانے میں ہے وہ یہ کہ پہلی اذان اگر دی جائے تو اس پر اکتفا نہ کی جائے بلکہ جیسے جمعہ کی دوسری اذان ضروری دی جاتی ہے خواہ پہلی دی جائے یا نہ۔ اس طرح یہاں بھی دوسری اذان ہونی چاہیئے۔ رہی پہلی اذان تو وہ اگر ہو جائے بہتر ہے اگر نہ ہو تو کوئی حرج نہیں کیونکہ سلف نے اس کا کوئی خاص اہتمام نہیں کیا جس سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ کوئی ضروری شے نہیں۔ اور بعض لوگوں کا خیال ہے کہ پہلی اذان الفاظ اذان میں نہیں تھی بلکہ ویسے اعلان تھا۔ مگر یہ بالکل غلط ہے۔ حافظ ابن حجر کہتے ہیں کہ اذان کا حقیقی معنی شرعاً انہی الفاظ کے ساتھ اعلان ہے پس یہی مراد ہوگا۔ دوم اگر اذان کے الفاظ نہ ہوتے تو بلال کی اذان سے اشتباہ کا خطرہ نہیں ہو سکتا تھا حالانکہ حدیث سے ظاہر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اشتباہ کا خطرہ ہوا اور اسی بنا پر فرمایا کہ بلال رات کو اذان دیتا ہے پس کھاؤ پیو یہاں تک کہ ابن ام مکتوم اذان دے۔ پس اذان پہلے اگر دی جائے تو مسنون الفاظ سے دینی چاہیئے اپنی طرف سے کوئی بدعت نہ کرنی چاہیئے ایسا نہ ہو کہ کہیں فائدہ کی جگہ نقصان ہو جائے۔ خدا محفوظ رکھے۔ آمین

عبداللہ امرتسری روپڑی ۴ ستمبر ۱۹۴۱ء، ۲ شعبان ۱۳۶۰ھ

نماز عصر کا اوّل وقت

سوال:۔ نماز عصر کا اول وقت کتنے بجے ہوتا ہے۔ بخاری میں حدیث ہے کہ ابو امامہ رضؓ خلیفہ عمر بن عبد العزیز کے ساتھ ظہر کی نماز پڑھ کر حضرت انس کے پاس مسجد نبوی میں آئے تو حضرت انس نماز پڑھ کر فارغ ہوئے تو آپ نے سوال کیا کہ یہ کونسی نماز پڑھی ہے۔ حضرت انس نے جواب دیا کہ یہ عصر کی نماز ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہم اس وقت پڑھا کرتے تھے۔ ابو امامہ نے کہا کہ میں نے تو ظہر کی نماز پڑھی ہے حضرت انس نے کہا عصر کی نماز اس وقت ہوتی تھی کہ ازواج مطہرات کے حجروں میں دھوپ ہوتی تھی صحابہؓ فرماتے ہیں کہ عصر کی نماز کے بعد ہم اونٹ ذبح کرتے تقسیم کرتے اور پکا کر نماز مغرب سے پہلے کھا لیتے۔ نماز عصر ادا کر کے عوالی میں جاتے تو سورج متغیر نہ ہوتا تھا۔ بعض عوالی کی مسافت چار کوس ہوتی تھی۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ عصر کی نماز کتنے بجے پڑھنی چاہیئے۔ نیز سایہ اصلی نکالنے کا طریقہ کیا ہے۔ ؟

ابراہیم روپڑی ۱۲-۳-۱۹۵۲

جواب:۔ عرب خط استوا کے نیچے آباد ہیں اس لئے ان کا عصر کے بعد کا وقت ہم سے زیادہ ہے مثل کا حساب سب ملکوں کے لئے برابر ہے یہ ایسا ہے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مشرق مغرب کے درمیان قبلہ ہے حالانکہ ہمارا قبلہ مغرب میں ہے۔ نیز فرمایا پاخانہ پیشاب کے وقت مشرق مغرب کو منہ کرو

حالانکہ ہم مغرب میں منہ نہیں کر سکتے۔ سو ایسے ہی عصر کے وقت کے بیان میں حضرت عائشہؓ کے حجرہ کا ذکر یا اونٹ کے ذبح کا ذکر یا عصر پڑھ کر عوالی کی طرف لوٹنے کو سمجھ لینا چاہیئے۔ یا مع صورت مثل ہے۔ دوپہر کا سایہ نکال کر جب مثل ہو جائے تو عصر کا وقت شروع ہو گیا اور اصل سایہ نکالنے کا طریقہ آسان ہے کہ سورج نکلنے سے غروب ہونے تک جتنا وقت ہے اُس کو نصف کر دیا جائے پس جو نصف کے وقت سایہ ہوگا وہ اصلی سایہ ہے۔ اور یہ ہر موسم میں تبدیل ہوتا رہتا ہے۔ نومبر دسمبر کا حساب آج کل لگانا غلطی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دستور تھا کہ وقت شروع ہوتے ہی کھڑے نہیں ہوتے تھے بلکہ نمازیوں کو اجتماع کے لئے کچھ مہلت دیتے تھے چنانچہ ابوداؤد میں صحیح حدیث ہے کہ آپ گرمیوں میں ظہر تین قدم سے پانچ قدم تک سایہ میں پڑھتے اور سردیوں میں پانچ قدم سے سات قدم تک۔ اور یہی اوّل وقت پڑھنے کا معنی ہے جو آپ نے عمل سے بتایا ہے اور امامت جبرئیل کی حدیث میں دو دن نماز پڑھا کر آپ نے ایک شخص کو اوقات بتلائے۔ ان دونوں حدیثوں میں تصریح ہے کہ والوقت بین ھذین الوقتین او کما قال۔ یعنی ابتداء انتہا بتا کر فرمایا کہ وقت ان دونوں کے درمیان ہے۔ پس سب حدیثوں کو ملا کر عمل کرنا چاہیئے کیونکہ الاحادیث یفسر بعضھا بعضا۔ یعنی یہ اصولی مسئلہ ہے کہ احادیث ایک دوسری کی تفسیر ہوتی ہیں پس اسی طریق سے عمل چاہیے اس بنا پر ہم آج کل کی ظہر کی اذان پونے ایک بجے دیتے ہیں۔ اور ایک بجے جماعت کھڑی ہو جاتی ہے۔ اور عصر کی اذان پونے چار بجے اور جماعت پورے چار بجے فقط۔

عبداللہ امرتسری روپڑی کوٹھی نمبر ۱۹ سی بلاک ماڈل ٹاؤن لاہور

۱۲ رجب ۱۳۶۹ھ ۔ ۱۹ مارچ ۱۹۵۰ء

سفر میں دو نمازوں کا جمع کرنا

سوال :۔ سفر میں دو نمازوں کے جمع کرنے کی کیا صورت ہے؟

محمد عبداللہ بی۔ اے جلال آباد غربی ضلع فیروزپور

جواب :۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں دو نمازیں اس طرح جمع کرتے کہ اگر سورج ڈھلا ہوا ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ظہر و عصر دونوں کو ظہر کے وقت میں پڑھ لیتے پھر کوچ کرتے اور اگر سورج ڈھلا نہ ہوتا تو ظہر کو عصر کے ساتھ ملا کر عصر کے وقت میں پڑھتے۔ مگر یہ جمع اس صورت میں ہے کہ وقت پر نماز پڑھنے کا موقع راستہ میں مشکل ہو۔ ریل پر سوار ہو یا کشتی میں سوار ہو تو ہر نماز اپنے اپنے وقت پر پڑھ سکتا ہے اس حالت میں جمع نہ کرنی چاہیئے

اور جمع کی صورت میں سنتیں معاف ہیں۔ مغرب کی اور فجر کی سنتیں حدیث میں آیا ہے پڑھنی چاہئیں۔

عبداللہ امرتسری روپڑی ۲۶ شوال ۱۳۵۶ھ

اذان کا بیان

کیا ایک اذان دو مرتبہ کہنا جائز ہے؟

سوال:۔ صبح کی اذان لاؤڈ سپیکر پر کہنے کا خیال تھا لیکن وہ چل نہ سکا۔ اور اذان بغیر لاؤڈ سپیکر کے کہہ دی گئی۔ چند منٹ بعد لاؤڈ سپیکر درست ہو گیا تو دوبارہ وہی اذان لاؤڈ سپیکر پر کہی گئی تاکہ آواز دور تک پہنچ جائے۔ بعض حضرات کہتے ہیں کہ اس طرح دوبارہ اذان کہنے کا ثبوت نہیں۔ اس مسئلہ کی تحقیق فرمائی جائے۔

جواب:۔ اگر پہلے ہمیشہ اذان لاؤڈ سپیکر پر کہی جاتی ہے تو پھر صورت مسئولہ میں دوبارہ لاؤڈ سپیکر پر کہی جا سکتی ہے کیونکہ جو اذان لاؤڈ سپیکر کے بغیر کہی گئی ہے اس کی آواز وہاں تک نہیں پہنچی جہاں تک پہلے لاؤڈ سپیکر کے ساتھ پہنچا کرتی تھی۔ پس وہ اس انتظار میں ہوں گے کہ اذان ہو گی تو سحری بند کریں گے یا فجر کی سنت پڑھیں گے اور نماز فجر کو جائیں گے۔ جب اذان دوبارہ نہ ہوتی تو ان کو دھوکا لگے گا۔ کیونکہ پہلی اذان انہوں نے سنی ہی نہیں۔ اور دھوکے کا دور کرنا شرعاً ضروری ہے۔ چنانچہ حدیث میں ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اذان فجر کے وقت سے پہلے کہہ دی تھی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو حکم دیا کہ یہ اعلان کر دے الا ان العبد قد نام۔ خبردار تحقیق بندہ سو گیا ہے یعنی ابھی فجر نہیں ہوئی۔ میں سونے لگا ہوں یا نیند کی وجہ سے اذان غلطی سے پہلے کہی گئی ہے پس یہاں بھی یہی صورت ہے کہ لوگوں کو دھوکا لگے گا۔ اس لئے دوبارہ کہنی چاہیے۔ اور اگر پہلے اذان لاؤڈ سپیکر پر کہی نہیں جاتی تو پھر کسی کو دھوکا نہیں ہو سکتا۔ اس لئے دوبارہ اذان کہنے کی ضرورت نہیں۔ پہلی اذان ہی کافی ہے۔

عبداللہ امرتسری روپڑی

دوہری اذان اور اکہری اقامت

سوال: ایک شخص نے درج ذیل الفاظ کے ساتھ تکبیر کہی۔